Spot CMYK#Waheed

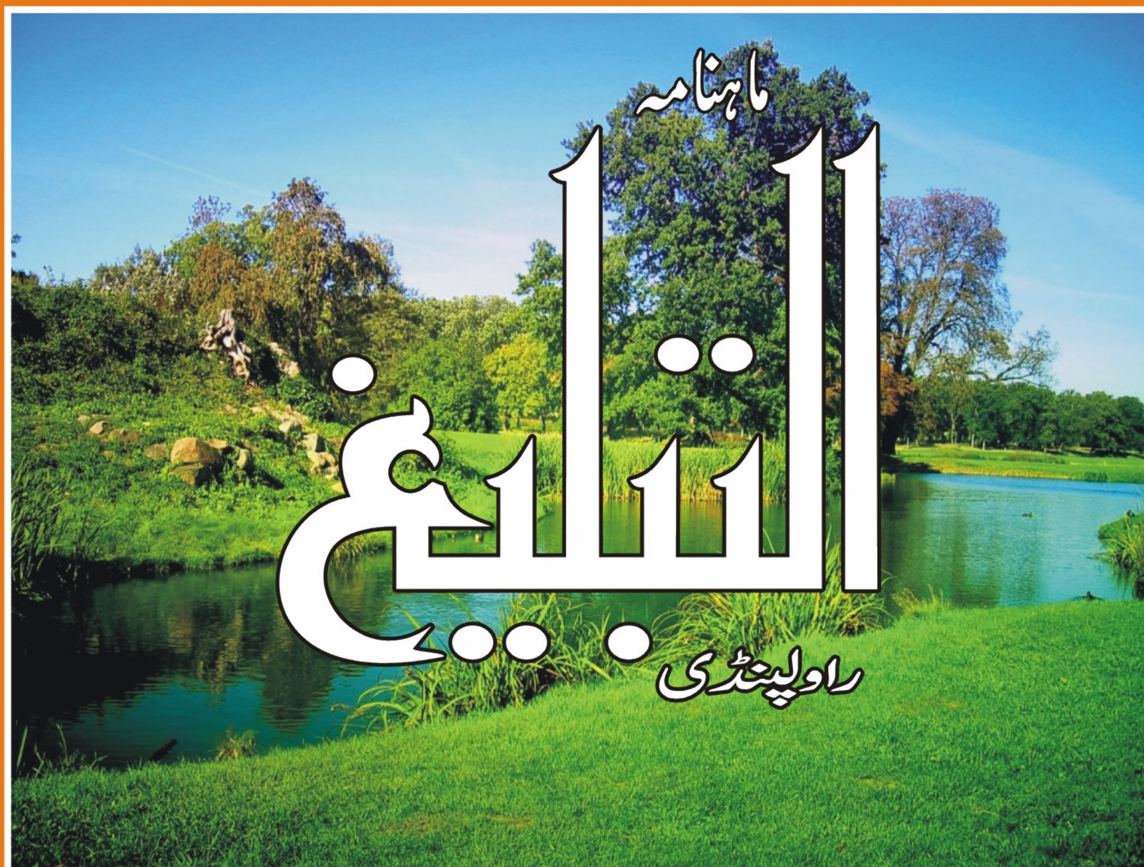

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

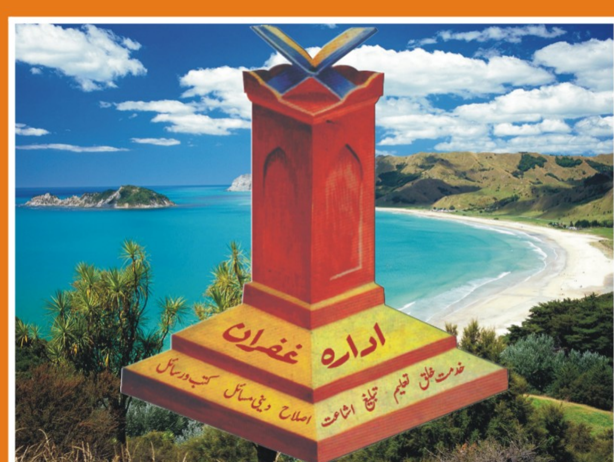

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ............ 25 روپے
سالانہ............ 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....بجلی کی چوری اور ناجائز طریقہ سے استعمال.............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن(سورہ بقرہ قسط۶۸)...جنت کا مستحق ہونے کے لئے اسلام اور نیک عمل بنیاد ہیں...// // ۷

درسِ حدیث ....نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۵)......// // ۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟(قسط۶)....................................مفتی محمد امجد حسین ۲۰

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط۶)....................................مفتی محمد رضوان ۲۵

ماہِ جمادی الاولیٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود ۲۹

سنت، نفل نمازیں (**نماز کے احکام: قسط۲۰**)..................................مفتی محمد امجد حسین ۳۲

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط۵)....................................مفتی محمد رضوان ۳۸

نفس کی نعمت، اور اس کی اصلاح کی ضرورت (قسط۱)......**اصلاحی مجلس:** حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۴۶

علم کے مینار..............سرگذشت عہدِ گُل (قسط۳۲)...........مفتی محمد امجد حسین ۵۲

تذکرۂ اولیاء:........... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط۱۳)................// // ۵۵

پیارے بچو! .... علم کی دولت...........................ابوفرحان ۵۹

بزمِ خواتین .... گھر میں مدرسہ.......................مفتی ابوشعیب ۶۱

آپ کے دینی مسائل کا حل... مغرب کے مستحب اور جائز ومکروہ اوقات کی تحقیق....ادارہ ۶۴

کیا آپ جانتے ہیں؟............... سوالات وجوابات........ترتیب: مولانا محمد ناصر ۸۹

عبرت کدہ .... حضرت لوط علیہ السلام (دسویں وآخری قسط)..............ابوجویریہ ۹۱

طب وصحت............... مزیدار پھل خوبانی...................حکیم محمد فیضان ۹۴

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.........................مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں................حافظ غلام بلال ۹۷

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

بجلی کی چوری اور ناجائز طریقہ سے استعمال

وطنِ عزیز میں بجلی بحران کا سلسلہ سنگین صورتِ حال اختیار کرگیا ہے، اور ہفتہ بھر میں دو تاریخی چھٹیوں اور کاروباری مشاغل رات کو آٹھ بجے بند کردینے کے باوجود لوڈ شیڈنگ کے بحران سے نجات حاصل نہیں ہوسکی۔

دوسری طرف بجلی کے بحران سے پیدا شدہ مہنگائی بشمول بجلی کے نرخوں میں اضافہ اور گرمی کی شدت جیسے مسائل کسی عذاب سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔

بجلی بحران کے خاتمہ کے لیے ہمیں حکومتی اور عوامی سطح پر بہت کچھ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، اور جو اقدامات ابھی تک ہوئے ہیں، وہ ناکافی ہیں۔

بجلی کے بحران کے اسباب میں سے ہمارے یہاں ایک سنگین سبب بجلی کی چوری اور ناجائز طریقہ سے استعمال کرنے کا ہے، جس کی ہمارے یہاں بے شمار صورتیں رائج ہیں۔

بجلی چوری کی ایک صورت جو مختلف علاقوں اور خاص کر کراچی جیسے بڑے اور صنعتی شہر میں عام طور پر رائج ہے، وہ عوامی زبان میں ''کنڈا سسٹم'' کہلاتی ہے۔

اس سسٹم کے تحت باہر سے بجلی کے نصب شدہ تاروں میں براہِ راست کنڈا وغیرہ ڈال کر بغیر میٹر اور بغیر بل کی ادائیگی کے چوری سے بجلی حاصل کی جاتی ہے۔

جس کے لیے بعض اوقات سرکاری محکموں کے بعض اہلکار اس طرح بجلی چوری میں تعاون فراہم کرنے پر رشوت اور بھتہ بھی وصول کرتے ہیں۔

جبکہ بعض علاقوں میں بجلی چوری کے بجائے بغیر کسی ڈر و خوف کے ڈنڈے کے زور پر کنڈا سسٹم قائم کیا جاتا ہے، اور کسی قانون کو خاطر میں نہیں لایا جاتا۔

اس صورت کو بجلی کی چوری کے بجائے، بجلی کے ڈاکہ سے تعبیر کرنا زیادہ موزون ہے۔

اور خواہ بجلی کی چوری ہو، یا ڈاکہ، بہرحال اس کے شرعاً حرام اور قانونی وملی اور اخلاقی جرم ہونے میں کوئی

Idara Ghufran

شبہ نہیں۔

ہمارے یہاں بجلی کا شعبہ حکومتی سطح پر قائم ہے، جس کے ساتھ صرف کسی کا شخصی حق وابستہ نہیں، بلکہ ملک میں بسنے والے تمام باشندوں کا مشترکہ حق ہے، جس میں نیک وبد، عالم وجاہل، امیر وغریب، شہری ودیہاتی، مردوعورت ہرایک شامل ہے۔

اس اعتبار سے بجلی کی چوری یا ڈاکہ پوری قوم کی حق تلفی ہے، جس کی معافی وتلافی بھی انتہائی مشکل ہے، اور اس چوری وڈاکہ کے تحت جو بعض سرکاری اہل کاروں کو بھتہ دیا جاتا ہے، وہ شرعاً رشوت کے زمرہ میں داخل ہے، اور لینے ودینے والے دونوں گنہگار ہیں، اور ایسے لوگوں کے لیے حدیث میں یہ وعید آئی ہے:

”**لعن اللہ الراشی والمرتشی**“ (معجم طبرانی)

کہ رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

پھر اسی طرح کا تعاون کرنے والے سرکاری اہل کار رشوت لے کر حرام خوری کا تو ارتکاب کرتے ہی ہیں، اسی کے ساتھ وہ حکومت اور عوام کے غدار اور خائن بھی شمار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ جس ذمہ داری پر نہ صرف یہ کہ مامور ہیں، بلکہ اس کے عوض تنخواہ اور مراعات بھی حاصل کر رہے ہیں، اگر وہ خود ہی اپنی ذمہ داری سے اعراض بلکہ اس کی مخالفت کریں گے، تو ان کے لیے تنخواہ کا لینا بھی حلال نہ رہے گا۔

بجلی چوری کی ایک صورت ہمارے یہاں میٹر میں ہیرا پھیری کی رائج ہے، جس کے تحت بعض سرکاری اہل کار خود ہی ہر مہینے میٹر ریڈنگ سے پہلے میٹر کو پیچھے کر دیتے ہیں، اور اس کے عوض بھتہ ورشوت بھی وصول کرتے ہیں، اس کا حرام اور قومی جرم ہونا بھی واضح ہے۔

بعض اوقات بجلی کے صارف خود ہی اپنے یہاں اس طرح گڑ بڑ کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے بجلی استعمال ہونے کے باوجود یا تو میٹر چلتا ہی نہیں، اور یا پھر بہت سُست رفتاری کے ساتھ چلتا ہے۔

ظاہر ہے یہ سب صورتیں بجلی کی چوری میں داخل ہیں، اور جائز نہیں۔

پھر اس طرح چوری اور ناجائز طریقہ سے بجلی استعمال کرنے والوں کے دل اس اعتبار سے زیادہ سخت ہوجاتے ہیں کہ انہیں بجلی کے بے دردی کے ساتھ استعمال کرنے کے باوجود بجلی کے بھاری نرخوں اور بلوں کی ادائیگی کی فکر نہیں ہوتی، لہٰذا وہ اس بہتی گنگا میں خوب ہاتھ دھوتے، بلکہ اشنان کرتے ہیں۔

اور اس طرح ان لوگوں پر ”کریلا اور نیم چڑھا“ کی کہاوت صادق آتی ہے۔

دوسری طرف شنید کے مطابق اس طرح چوری سے استعمال ہونے والی بجلی کی مقدار کے نرخ واپڈا کا محکمہ بجلی کے نرخوں میں اضافہ یا ٹیکس عائد کر کے عوام سے ہی وصول کرتا ہے، اور اس طرح بالآخر بجلی چوروں کا جرم اور ظلم وستم کا پہاڑ دوسرے لوگوں اور خاص کر غریبوں پر بھی ناحق توٹتا ہے، جو کہ مستقل جرم ہے۔

بجلی کے ناجائز استعمال کی ایک صورت سرکاری اداروں میں بجلی کا بے دریغ بلکہ ظالمانہ و بے رحمانہ استعمال کی ہے، چنانچہ سرکاری اداروں میں مامور افراد کو کیونکہ بجلی کا بل اپنی جیب سے ادانہیں کرنا پڑتا، اور حکومت کی طرف سے بجلی کی سہولت حاصل ہوتی ہے، اس لیے سرکاری اداروں میں بجلی کا استعمال انتہائی بے دردی کے ساتھ ہوتا ہے، خواہ بلب کا معاملہ ہو یا پنکھے اور ائیر کنڈیشن کا یا دوسرے طریقوں سے بجلی کے استعمال کا، شاید ہی کوئی بندۂ خدا، اس کا خیال کرتا ہو کہ وہ ملک کے تمام باشندوں کے مشترکہ حق کو استعمال کررہا ہے، اور وہ ان سب کے سامنے قیامت کے روز جواب دہ ہے، اس لیے اسے انتہائی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا اس کے لیے انتہائی ضروری ہے، اور اس میں خیانت وزیادتی کا ارتکاب کرنے سے وہ ملک کے کروڑوں افراد کا مجرم ہے۔

بعض ذرائع کے مطابق مختلف سرکاری اداروں کے ذمہ واپڈا اور بجلی پیدا کرنے والے اداروں کے اربوں کے بل بقایا ہیں، جن کو ادانہیں کیا جاتا، اور اس کی وجہ سے بجلی پیدا وفراہم کرنے والے ادارے مشکلات کا شکار ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب سرکاری اداروں میں بجلی کا بے دریغ اور ظالمانہ استعمال ہوگا، تو اس کے بلوں کی ادائیگی میں بھی مشکلات پیدا ہوں گی۔

اور اس طرح ایک طرف اگر بجلی کے سرکاری شعبہ کو نقصان کا سامنا ہوگا، اسی کے ساتھ بھاری بھرکم بلوں کا سرکاری خزانہ پر بوجھ پڑنے سے بھی مستقل نقصان ہوگا، اور بجلی کے فضول ضیاع کے مرتکبین بیک وقت دونوں شعبوں کے مجرم شمار ہوں گے جو کہ بہت سنگین معاملہ ہے۔

پھر سرکاری اداروں میں ڈیوٹی کے اوقات میں تو بجلی کا بے دریغ استعمال ہوتا ہی ہے، ڈیوٹی اوقات کے علاوہ بھی بجلی کا ناجائز استعمال بلکہ ضیاع ہوتا ہے، چنانچہ بے شمار اداروں میں بجلی، پنکھے اور دوسرے بجلی کے آلات چلتے چھوڑ کر سرکاری اہل کار اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، اور رات بھر بلب، پنکھے وغیرہ چلتے رہتے ہیں۔

یہ انتہائی ظالمانہ بلکہ سفاکانہ روِش ہے۔

دراصل ہمارے یہاں سرکاری املاک کے صحیح استعمال کی لوگوں کے دل ودماغ میں اہمیت ہی نہیں۔

اس لیے ضرورت ہے کہ سرکاری اہل کاروں کو ان ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

غرضیکہ بجلی کی چوری اور ناجائز طریقہ سے استعمال کی جتنی بھی صورتیں رائج ہیں، وہ شرعی اور قومی اعتبار سے سنگین جرم کی حامل ہیں، جن سے ہر مسلمان کو بچنے اور توبہ کی ضرورت ہے، ورنہ کل آخرت میں ساری قوم کے سامنے جواب دہ ہوگا، اور دوسروں کو اپنی نیکیاں دینی پڑیں گی، اور نیکیاں نہ ہونے یا ختم ہوجانے کی صورت میں اس کو دوسروں کے گناہوں کا انبار اٹھانا ہوگا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کروڑوں افراد کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا آسان کام نہ ہوگا، اور جس بدنصیب کو اس کا سامنا کرنا پڑ گیا، اس کے لئے بخشش کا معاملہ انتہائی مشکل اور دشوار ہوگا۔

قومی وسائل کے ناجائز طریقہ پر استعمال کے حرام ہونے کے باوجود نفس وشیطان نے بہت سے لوگوں کو یہ پٹی پڑھا رکھی ہے، کہ قومی خزانے اور وسائل سے ملک میں بسنے والے ہر شخص کا حق وابستہ ہے، لہٰذا اس کو ہر شخص کے لئے کسی بھی طریقہ سے (خواہ چوری چھپے سے ہو) حاصل کرنا جائز ہے، اور وہ دراصل کسی بھی طرح سے اپنا ہی حق حاصل کرتا ہے، اس لئے اس کے ناجائز ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

مگر ان لوگوں نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ حقوق کی تعیین اور ان کے حاصل کرنے کے جائز وناجائز طریقوں کی تو شریعت نے خود نشاندہی کردی ہے، اور یہ طریقہ جائز صورتوں میں داخل نہیں، اور کسی فرد کا اس طرح قومی وسائل کو حاصل کرنا ہی دراصل خود دوسرے لوگوں کی حق تلفی میں داخل ہے۔

اسی طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری حکومت اسلامی نہیں، اس لئے ہمارے لئے حکومتی وسائل کا ہر طریقہ سے استعمال جائز ہے، مگر یہ بھی بہت بڑی غلط فہمی ہے، کیونکہ حکومت خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی، حکومتی وسائل کی وہ خود مالک نہیں ہوتی، اور یہ وسائل ملک کے تمام باشندگان کا مشترکہ حق ہوتے ہیں۔

اور ان میں خورد برد اور چوری وخیانت کرنا درحقیقت پوری قوم کی حق تلفی میں داخل ہوتا ہے۔

اس لئے اس طرح کے حیلے بہانے قیامت کی سخت پکڑ اور آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کی شرارتوں اور تاویلوں سے بچا کر اس بڑے قومی جرم اور اجتماعی خیانت سے اجتناب کرنے اور شرعی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۸ آیت ۱۱۱،۱۱۲) مفتی محمد رضوان

جنت کا مستحق ہونے کے لئے اسلام اور نیک عمل بنیاد ہیں

وَقَالُوْا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْنَصٰرٰى. تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ. قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۱۱) بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَرَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۱۲) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ. كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۱۱۳)

ترجمہ: اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ کوئی ہرگز جنت میں داخل ہوگا (مگر) یہ ان لوگوں کی آرزوئیں ہیں آپ (ان کے جواب میں) کہہ دو کہ اگر تم سچے ہوتو اپنی دلیل پیش کرو (۱۱۱) ہاں جو شخص اللہ کے سامنے گردن جھکا دے (یعنی ایمان لے آئے) اور وہ نیکوکار بھی ہوتو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱۱۲) اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی (صحیح) چیز (یعنی ہدایت) پر نہیں، اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی (صحیح) چیز (یعنی ہدایت) پر نہیں، حالانکہ وہ (اللہ کی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح کی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو علم نہیں رکھتے (یعنی مشرک) پس اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں فیصلہ فرمادیں گے، جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں (۱۱۳)

تفسیر وتشریح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے باہمی اختلافات اور ایک دوسرے پر رَد وقدح کا ذکر فرما کر اس کے مضر اثرات کا بیان، اور اس کے بعد اصل حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔

Idara Ghufran

یہود ونصاریٰ دونوں نے دین کی اصل حقیقت کو فراموش کر کے مذہب کے نام پر ایک قومیت بنالی تھی، اور ان میں سے ہر ایک اپنی ہی قوم کے جنتی اور مقبول ہونے، اور اپنے سوا تمام اقوامِ عالَم کے جہنمی ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا۔

اس نامعقول اختلاف کے نتیجہ میں مشرکین کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ عیسائیت بھی بے بنیاد ہے اور یہودیت بھی ان دونوں کے برعکس حق اور صحیح ہماری بت پرستی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت وگمراہی کے متعلق فرمایا کہ یہ قومیں جنت میں جانے کے اصل سبب سے غافل ہیں، اور مذہب نام کی قومیت کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل ہوگا، جس میں یہ دو باتیں پائی جائیں۔

ایک ''اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ''یعنی اللہ کو راضی کرنے کے لئے اسلام لائے۔

اور دوسرے ''وَهُوَ مُحۡسِنٌ''یعنی احسان۔

اسلام سے مراد اسلامی عقائد کا اختیار کرنا ہے، اور احسان سے مراد نیک اعمال ہیں۔

لہٰذا جو شخص بھی ان دونوں چیزوں کو اختیار کرے گا، اس کو اللہ تعالیٰ اسلام اور نیک اعمال پر اجروثواب عطا فرمائیں گے۔

لہٰذا اجر وثواب اور جنت میں داخل ہونے کا معیار یہی دو چیزیں ہیں، نہ کہ یہودی ہونا یا عیسائی ہونا یا مشرک ہونا۔

اور یہودی وعیسائی اور مشرک اگر ان چیزوں سے محروم ہوں، تو وہ جنت میں داخلہ کے مستحق نہیں، اور ان میں سے ہر ایک کا اپنے آپ کو ان دو چیزوں کو نظر انداز کر کے بلاشرکتِ غیرے جنت میں داخلے کا مستحق سمجھنا خام خیالی اور نری آرزؤں کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

پھر جنت کا مستحق ہونے کے لئے نہ تو نام کا اسلام کافی ہے، بلکہ اللہ کی رضا کے لئے اسلام لانا ضروری ہے، پس اگر کوئی دنیوی اغراض کی خاطر ظاہری طور پر اسلام لے آئے، جیسا کہ منافق، یا صرف نام کا مسلمان ہو، مگر اس کے عقائد اسلامی نہ ہوں۔ تو وہ جنت کا مستحق نہیں۔

اسی طرح جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر اخلاص کے ساتھ اسلام لے آئے، لیکن اپنے اعمال درست نہ کرے، وہ بھی جنت کا مستحق نہیں، بلکہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے قابلِ مؤاخذہ ہے۔

پھر یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس تو انجیل اور تورات کی شکل میں آسمانی کتابیں تھیں، اور ان میں قومیت کے بجائے اسلام اور عمل پر جنت کا مستحق ہونے کا ذکر تھا، وہ اپنی کتابیں پڑھتے تھے۔

جبکہ مشرکوں کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہ تھی، وہ یہود اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنے شرکیہ مذہب کو برحق قرار دیتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اپنے مقابلہ میں دوسروں کو گمراہی پر قرار دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے اس اختلاف کا فیصلہ فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل چیز ایمان اور عملِ صالح ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ان بنیادی اصولوں میں سے کسی بھی اصول کو چھوڑ دے، خواہ وہ یہودی ہو، یا نصرانی یا مسلمان اور محض نام کی قومیت کے خیال میں اپنے آپ کو جنت کا مستحق سمجھ لے، تو یہ صرف اس کی خود فریبی ہے، جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی ان ناموں کا سہارا لے کر قربت نہیں پا سکتا، نہ مقبول بن سکتا ہے، جب تک اس میں ایمان اور نیک عمل یہ دونوں چیزیں موجود نہ ہوں۔

پھر ایمان کے اصول تو ہر رسول اور ہر شریعت کے زمانے میں مشترک اور یکساں رہے ہیں، البتہ عملِ صالح ومقبول کی شکلیں کچھ ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔

تورات کے زمانے میں عملِ صالح وہ سمجھا گیا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے مطابق تھا، اور انجیل کے دور میں عملِ صالح یقیناً وہی عمل تھا، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کی تعلیم سے مطابقت رکھتا تھا۔

اس لئے ہر زمانے میں جنت کا مستحق ہونے کے لئے اس زمانے کی شریعت کے مطابق ایمان اور نیک عمل ضروری تھا۔

اور اب قرآن مجید کے زمانے میں وہی عمل عملِ صالح کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، جو نبی آخرالزمان حضور ﷺ کے فرمان اور لائی ہوئی اللہ کی کتاب ''قرآن مجید'' کی ہدایت کے مطابق ہوگا۔

قرآن مجید میں اس اختلاف اور اس فیصلہ کا ذکر مسلمانوں کو سنانے اور متنبہ کرنے کے لئے ہے کہ کہیں وہ بھی بغیر عملِ صالح اور تصحیح عقائد کے اس قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجائیں، کہ ہم تو جدی پشتی مسلمان ہیں، ہر دفتر ورجسٹر میں ہمارا نام مسلمان کے خانے میں درج ہے، اور ہم زبان سے بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، اس لئے جنت کے اور ان تمام وعدوں کے ہم ہی مستحق ہیں، جو حضور ﷺ کے ذریعے سے مسلمانوں سے کئے گئے۔

Idara Ghufran

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۵)

کوکھ پر ہاتھ رکھنا

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ حالت خشوع کے خلاف ہے۔

(کذافی عمدة القاری، کتاب التطوع، باب الخصر فی الصلاة،ودرمختار مع ردالمحتار)

احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے،اوراس کوعربی میں ''اختصار'' کہا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا (بخاری حدیث نمبر ۱۱۴۴، واللفظ لہٗ، سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۸۳)

ترجمہ: نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کوکھ پر ہاتھ رکھ کرنماز پڑھے (ترجمہ ختم)

اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -عَنْ الاِخْتِصَارِ فِى الصَّلاَةِ (سنن أبی داود،حدیث نمبر ۹۴۸،باب الرَّجُلِ يُصَلِّى مُخْتَصِرًا،مسند أحمد، حدیث نمبر۷۱۷۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اختصار (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنے) سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

حدیث میں جواختصار کے الفاظ استعمال ہوئے ،اس سے کوکھ یا پہلو پر ہاتھ رکھنا مراد ہے،اوراختصار کے اگر چہ اور معنیٰ بھی بیان کئے گئے ہیں،لیکن کوکھ یا پہلو پر ہاتھ رکھنے کے معنیٰ راجح ہیں۔

کیونکہ کئی روایات میں اسی معنیٰ کی تصریح آئی ہے۔

(کذافی سنن أبی داود،باب الرَّجُلِ يُصَلِّى مُخْتَصِرًا،عمدة القاری، کتاب التطوع، باب الخصر فی الصلاة،شرح النووی علی مسلم ، باب کراهة الاختصار فی الصلاة)

Idara Ghufran

اورنماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کے مکروہ ہونے کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان فرمائی کہ یہ شیطان کا طریقہ ہے،اور بعض نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ یہ یہود کا طریقہ ہے،اور بعض نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ یہ معذّبین کی حالت ہے،جہنم میں جہنمی اسی طرح ہونگے،اور جب کسی کوسولی دی جاتی ہے،تواس کی یہی حالت ہوتی ہے،اور بعض نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔

(کذافی شرح النووی علی مسلم ، باب کراھة الاختصار فی الصلاة، والتفصیل فی عمدة القاری، کتاب التطوع، باب الخصر فی الصلاة)

اورمختلف روایات میں ان وجوہات کا ذکرآیاہے،اس لئے ان تمام وجوہات کا جمع ہونا ممکن ہے۔

بہرحال جو وجہ بھی مراد لی جائے،اس میں شبہ نہیں کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی حالت خشوع کے خلاف اورمکروہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إذا قام أحدكم إلى الصلاة فلا يجعل يده فی خاصرته ، فإن الشيطان يحضر ذلک (مصنف عبد الرزاق، حديث نمبر ۳۳۳۹)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑاہوا،تو اپنے ہاتھ اپنی کوکھ میں نہ رکھے، کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان حاضر ہوجاتا ہے(ترجمہ ختم)

اورحضرت صالح سے روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؛ أَنَّهُ كَرِهَهُ فِي الصَّلاَةِ ، وَقَالَ :إنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ ذَلِکَ(مصنف ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۴۶۲۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے نماز میں''اختصار''(یعنی ہاتھ کوکوکھ پر رکھنے) کو مکروہ قرار دیا،اور فرمایا کہ اس کی وجہ سے شیطان حاضر ہوجاتا ہے(ترجمہ ختم)

اورحضرت مسروق فرماتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ ؛ أَنَّهَا كَرِهَتْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ فِي الصَّلاَةِ ، وَقَالَتْ : تَفْعَلُهُ الْيَهُودُ(مصنف ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۴۶۲۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز میں اپنے ہاتھ کوکھ پر رکھنے کومکروہ قراردیا،اور فرمایا کہ یہ یہود کا فعل ہے(ترجمہ ختم)

اورحضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ ؛ أَنَّهَا رَأَتْ رَجُلاً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ ، فَقَالَتْ :هَكَذَا أَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ (مصنف ابن ابی شيبة حديث نمبر ۴۶۲۶)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی کو اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھے ہوئے دیکھ کرفرمایا کہ جہنمی جہنم میں اسی طرح ہونگے (ترجمہ ختم)

اورحضرت زیاد بن صبیح حنفی فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَوَضَعْتُ يَدَىَّ عَلَى خَاصِرَتَىَّ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلاَةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يَنْهَى عَنْهُ (ابو داؤد، حديث نمبر ۹۰۳، كتاب الصلاة، باب فى التخصر والإقعاء)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، تو میں نے اپنا ہاتھ اپنی کوکھ پر رکھ لیا، جب حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا کہ یہ نماز میں سولی کی حالت ہے، اور رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

جب کسی کو سولی پر چڑھایا جاتا ہے، تو وہ اپنے ہاتھ کو اپنی کوکھ کی طرف لے جاتا ہے، اس لئے کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو سولی کی حالت قرار دیا گیا (كذافى عمدة القارى، كتاب التطوع، باب الخصر فى الصلاة)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نماز میں کوکھ (پہلو) پر ایک یا دونوں ہاتھ رکھنا خشوع کی حالت کے خلاف ہے، اور مکروہ ہے۔

پیشاب، پاخانہ کے تقاضا کے وقت نماز پڑھنا

احادیث میں پیشاب پاخانہ کے تقاضے کے وقت بھی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے بھی نماز کے خشوع میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

پھر جس طرح کا تقاضا ہوگا، خشوع بھی اسی کی نسبت سے متاثر ہوگا، اگر زیادہ اور شدید تقاضا ہوگا، تو نماز کا خشوع زیادہ متاثر ہوگا، اور اس وجہ سے نماز مکروہِ تحریمی ہوگی، اور اگر ہلکا پھلکا تقاضا ہوگا، تو نماز مکروہِ تنزیہی ہوگی۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - يَقُولُ لاَ يُصَلَّى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلاَ وَهُوَ يُدَافِعُهُ الأَخْبَثَانِ (ابو داؤد حديث نمبر ۸۹، واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ خزيمة حديث نمبر ۸۸۸،مُصنف ابن أبى شيبة، حديث نمبر ۸۰۲۳، باب فى مدافعة الغائط والبول فى الصّلاة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کھانا حاضر ہوجائے، تو نماز نہ پڑھی جائے، اور نہ اس حال میں کہ وہ پیشاب پاخانہ کے تقاضے کو دبا رہا ہو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لاَ صَلاَةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلاَ وَهُوَ يُدَافِعُهُ الأَخْبَثَانِ (مسلم حديث نمبر ۱۲۷۴)

ترجمہ: کھانا حاضر ہونے پر نماز نہیں ہے، اور نہ اس حال میں کہ وہ پیشاب پاخانہ کے تقاضے کو دبا رہا ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب کھانا تیار ہو، یا پیشاب پاخانے کا دباؤ ہو، تو ایسی حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہئے، بلکہ پہلے کھانے یا پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کرنی چاہئے، کیونکہ ایسی حالت میں نماز پڑھنے کی صورت میں دل کی توجہ کھانے یا پیشاب پاخانہ کی طرف مشغول ہوجاتی ہے، اور خشوع فوت ہوجاتا ہے۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ (ابنِ ماجة حديث نمبر ۶۰۹، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۲۲۱۵۲، وحديث نمبر ۲۲۲۴۱، مصنف ابنِ ابى شيبة حديث نمبر ۸۰۱۷بزيادة حَتَّى يَتَخَفَّفَ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو (پیشاب پاخانے کو) روکنے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے (ملاحظہ ہو: ابنِ ماجہ حدیث نمبر ۶۱۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَا يَقُومَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِهِ أَذًى "يَعْنِي الْبَوْلَ وَالْغَائِطَ (مسند احمد حديث نمبر ۹۲۹۷،و اللفظ لهٗ، ابنِ ماجة

Idara Ghufran

حـديـث نـمبر ٦١٠، مُصنف ابن أبي شيبة، حديث نمبر ٨٠١٨، باب في مدافعة الغائط والبول في الصّلاة،بغير زيادة البول والغائط)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی ہرگز نماز کے لئے اس حال میں کھڑا نہ ہو کہ اس کو گندگی یعنی پیشاب پاخانے کا سامنا ہو (ترجمہ ختم)

اور ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لاَ يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يُصَلِّىَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ

(ابو داوٗد ،حديث نمبر ٩١)

ترجمہ: کسی آدمی کے لئے جو اللہ و آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، یہ بات حلال نہیں کہ وہ اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کو پیشاب پاخانے کا دباؤ ہو، یہاں تک کہ وہ ہلکا ہوجائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی پیشاب پاخانے کا دباؤ ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کے حلال نہ ہونے کی حدیث مروی ہے (ملاحظہ ہو: ابوداؤد، حدیث نمبر۹۰، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۴۱۵)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پیشاب پاخانے کا زیادہ دباؤ ہو، تو اس حال میں نماز پڑھنا حلال نہیں، یعنی مکروہِ تحریمی ہے (کذافی مرقاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَذْهَبَ الْخَلاَءَ وَقَامَتِ الصَّلاَةُ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلاَءِ .(ابـو داوٗد حـديـث نمبر ٨٨، واللفظ لهٗ،ابـنِ مـاجة حـديـث نـمبـر ٦٠٨،مسند احمد حديث نمبر ١٥٩٥٩، وحديث نمبر ١٦٤٠٠،مؤطاامـام مالک حديث نمبر ٣٤٢،المعجم الكبير،للطبراني حديث نمبر ٢٢١ و حديث نمبر ٢٢٣)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا کہ جب تم میں سے کسی کا بیت الخلاء جانے کا ارادہ ہو، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو پہلے بیت الخلاء سے فراغت حاصل کرے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے:

Idara Ghufran

إِذَا أُقِيمَتُ الصَّلَاةُ وَوَجَدَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ (ترمذی حدیث نمبر ۱۳۲، واللفظ لہٗ، سنن نسائی حدیث نمبر ۸۵۱، سنن البیھقی حدیث نمبر ۵۲۲۹،المعجم الکبیر،للطبرانی حدیث نمبر ۲۲۰)

ترجمہ: جب نماز کھڑی ہو(یعنی تیار ہو) اورتم میں سے کسی کو بیت الخلاء کا تقاضا ہو،تو پہلے بیت الخلاء سے فارغ ہو(ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں ہے:

"إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَحَضَرَتِ الْغَائِطُ فَابْدَءُوا بِالْغَائِطِ "(مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۹۰۰،واللفظ لہٗ، صحیح ابنِ خزیمۃ حدیث نمبر ۸۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۲۱۹،معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث نمبر ج۵ ۳۹۹۵،مُصنف ابن أبی شیبۃ، حدیث نمبر ۸۰۲۱، باب فی مدافعۃ الغائط والبول فی الصّلاۃ)

ترجمہ: جب نماز تیار ہو،اور پیشاب پاخانے کا تقاضا ہو،تو پیشاب پاخانہ سے پہلے فراغت پاؤ(ترجمہ ختم)

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں:

يُكْرَهُ حَبْسُ الْأَذَى مَا لَمْ يَخَفْ فَوْتَ الصَّلَاةَ (مُصنف ابن أبی شیبۃ، حدیث نمبر ۸۰۲۰، باب فی مدافعۃ الغائط والبول فی الصّلاۃ)

ترجمہ: تکلیف(یعنی پیشاب پاخانے) کوروکنا مکروہ ہے،جب تک کہ نماز کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو(ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب پاخانے کوروک کرنماز پڑھنااس وقت مکروہ ہے،جبکہ نماز کا وقت اتنا باقی ہو کہ پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کر کے ادانماز پڑھی جاسکتی ہو،لیکن اگرنماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ اس سے فراغت پانے پرنماز ہی قضا ہوجائے،تو پھرنماز کا قضا کرنا زیادہ سنگین ہے،اس لئے اس حال میں پہلے نماز ادا کر لینی چاہئے (عون المعبود،باب أیصلی الرجل وھو حاقن)

اورحضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ أَنْ يَحْقِنَ الرَّجُلُ الْبَوْلَ مَا لَمْ يُعْجِلْهُ عَنِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (مُصنف ابن

Idara Ghufran

أبی شیبة، حدیث نمبر ٨٠١٢، باب من رخص فِی مُدَافَعَتِهِ)

ترجمہ: آدمی کے پیشاب کو روکنے میں اس وقت کوئی حرج نہیں، جبکہ وہ روکنا اس کو رکوع اور سجدے میں جلدی کرنے پر مجبور نہ کرے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب پیشاب پاخانے کا ایسا تقاضا نہ ہو، کہ جس کی وجہ سے نماز میں جلدی کرنی پڑے، تو پھر نماز مکروہ تحریمی نہیں۔ کما ظہر بلفظ لابأس۔

جو حکم پیشاب، پاخانے کے تقاضے کا ہے، فقہائے کرام نے وہی حکم ریح کے دباؤ کا بھی بیان فرمایا ہے، اور اس کی بعض روایات سے بھی تائید ہوتی ہے (ملاحظہ ہو: مصنف ابنِ ابی شیبۃ حدیث نمبر ٨٠١٩، وحدیث نمبر ٨٠٢٢

(کذافی فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ٣٤٨١، حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح)

اس قسم کی احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر پیشاب پاخانے یا ریح کا دباؤ زیادہ شدید ہو، تو نماز مکروہِ تحریمی ہوتی ہے، ورنہ مکروہِ تنزیہی ہوتی ہے۔

پس اگر کسی نماز سے پہلے پیشاب پاخانے کا تقاضا ہو، تو پہلے اس تقاضے کو پورا کرنا چاہیے، پھر نماز پڑھنی چاہیے، اور اگر نماز کے دوران تقاضا ہو جائے، تو ہلکے پھلکے تقاضا ہونے پر تو نماز کو جاری رکھنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر سخت دباؤ ہو، تو نماز کو توڑ کر تقاضا پورا کرنا چاہیے، اور اس کے بعد نماز پڑھنی چاہیے، بشرطیکہ نماز توڑنے کے بعد اتنا وقت باقی ہو کہ دوبارہ نماز پڑھنے سے نماز قضا نہ ہو۔

(کذافی ترمذی، منحة الخالق علیٰ هامش البحر الرائق، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، ردالمحتار باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها، فروع مشی المصلی مستقبل القبلة هل تفسد صلاته ج ١ ص ٦٤١، فتاویٰ هندیة ج ١ ص ١٠٧)

کھانا تیار وحاضر ہونے کے وقت نماز پڑھنا

جب کھانا تیار یا حاضر ہو، تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس حالت میں نماز پڑھنے کی صورت میں دل کی توجہ کھانے کی طرف ہوتی ہے، جس کی وجہ سے نماز کا خشوع متاثر ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ (بخاری حدیث نمبر ٦٣٢)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا سامنے آ جائے، تو تم مغرب کی نماز

پڑھنے سے پہلے اسے کھالو، اور تم کھانے سے پہلے نماز میں جلدی نہ کرو (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے:

إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ (مسلم حديث نمبر ١٢٦٩، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ٧٩٩٦ وحديث نمبر ٨٠٠٠، كتاب الصلاة، باب الصلاة والعَشاء يَحْضُرَانِ بِأَيِّهِمَا يُبْدَأُ)

ترجمہ: جب شام کا کھانا حاضر ہو، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو تم پہلے کھانا کھاؤ (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں صبح اور شام دو وقت کے کھانے کا معمول تھا، اور صبح کے کھانے کے وقت تو کسی نماز کا وقت نہیں ہوتا تھا، اور شام کا کھانا مغرب کے وقت سے پہلے یا بعد میں کھایا جاتا تھا، اس وجہ سے احادیث میں شام کے کھانے اور مغرب وعشاء کی نماز کا ذکر کیا گیا۔

ورنہ اگر کسی اور نماز کے وقت کھانا تیار ہو، اور کھانے کی طرف توجہ ہو، اور دوسری طرف نماز کھڑی ہونے لگے، تو پہلے کھانے کے تقاضے کو پورا کرنے کا حکم ہے، تاکہ نماز میں کھانے کی طرف دل مشغول نہ ہو، اور اس کی وجہ سے نماز کے خشوع میں خلل واقع نہ ہو۔

(ملاحظہ ہو: فتح البارى لابنِ حجر، قوله باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة، فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ٤٧٣)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتُ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ.

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ (بخارى حديث نمبر ٦٣٣، بَاب إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتُ الصَّلَاةُ، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ٧٩٩٨، كتاب الصلاة، باب الصلاة والعَشاء يَحْضُرَانِ بِأَيِّهِمَا يُبْدَأُ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو تم پہلے کھانا کھاؤ، اور اس سے فارغ ہونے تک نماز کے لئے جلدی نہ کرو

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا جب لگادیا جاتا تھا، اور نماز کھڑی ہوجاتی

Idara Ghufran

تھی، تو وہ کھانے سے فارغ ہونے تک نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے تھے، دراں حالیکہ وہ امام کی قرأت کو سن رہے ہوتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتْ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ (بخاری، حدیث نمبر ۶۳۱، باب إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتْ الصَّلَاةُ، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شیبة، حدیث نمبر ،کتاب الصلاة، باب الصلاة والعَشاء يَحْضُرَانِ بِأَيِّهِمَا يُبْدَأُ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کھانا رکھ دیا جائے، اور نماز کھڑی ہو جائے، تو تم پہلے کھانا کھاؤ (ترجمہ ختم)

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَالْعَشَاءُ فَابْدَءُوا بِالْعَشَاءِ "(مسند احمد حديث نمبر ۱۶۵۲۱، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شيبة، كتاب الصلاة، باب الصلاة والعَشاء يَحْضُرَانِ بِأَيِّهِمَا يُبْدَأُ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانا اور نماز (اکٹھے) حاضر ہوں، تو تم کھانا پہلے کھاؤ (ترجمہ ختم)

اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ .(مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ،كتاب الصلاة، باب الصلاة والعَشاء يَحْضُرَانِ بِأَيِّهِمَا يُبْدَأُ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانا اور نماز (اکٹھے) حاضر ہوں، تو تم کھانا پہلے کھاؤ (ترجمہ ختم)

حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَقَدْ خَرَجَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَتُلُقِّيَ بِقَصْعَةٍ فِيهَا

ثَـرِيدٌ وَلَحْمٌ ، فَقَالَ :اجْـلِسُـوا فَـكُلُوا فَإِنَّمَا صُنِعَ الطَّعَامُ لِيُؤْكَلَ ، فَأَكَلَ ، ثُمَّ دَعَـا بِـمَـاءٍ فَـغَسَـلَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ وَمَضْمَضَ وَصَلَّى .(مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر ۸۰۰۴ ،کتاب الصلاة،باب الصلاة والعَشاء يَحْضُرَانِ بِأَيِّهِمَا يُبْدَأُ)

ترجمہ: ہم حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے،اور وہ مغرب کی نماز کے لئے تشریف لے جارہے تھے،اور مؤذن نے اذان دی،تو ایک پیالہ جس میں ثرید اور گوشت تھا، لایا گیا،تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور کھاؤ، کیونکہ کھانا، کھانے کے لئے تیار کیا گیا ہے، پھر وہ کھانا کھایا، پھر پانی منگایا،اور اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا،اور کلی کی اور نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنْ فِقْـهِ الْـمَـرْءِ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبِلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ (الزهد والرقائق لابن المبارک حدیث نمبر ۱۱۲۹ ،والبخاری فی ترجمة الباب،باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة، تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی حدیث نمبر ۱۲۰)

ترجمہ: آدمی کے فقہ (وسمجھداری) کی نشانی میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنی حاجت (کھانے وغیرہ) کی طرف متوجہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہو،تو اس کا دل فارغ ہو(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ کھانے وغیرہ کی ضرورت سے فارغ ہو کر اس حال میں نماز پڑھنا کہ دل کھانے کی طرف متوجہ نہ ہو، یہ آدمی کے سمجھدار ہونے کی نشانی ہے، کیونکہ اس صورت میں خشوع زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ جب کھانا تیار ہو، اور اس کی طرف رغبت وتوجہ ہو، تو اس حال میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس حالت میں نماز کے خشوع میں خلل آتا ہے، اس لئے کھانے سے فارغ ہوکر نماز پڑھنی چاہیئے۔

البتہ اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ کھانے میں مشغول ہونے سے نماز قضاء ہونے کا ڈر ہو،تو اس صورت میں پہلے نماز پڑھنی چاہیئے۔

(کذافی فیض الباری شرح البخاری، باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة ،شرح النووی علیٰ مسلم ، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام ،البحر الرائق، باب صفة الامامة فی الصلاة،ردالمحتار، باب الوتر والنوافل)

(جاری ہے............)

مقالات و مضامین

مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۶)

شامتِ اعمالِ ماصورتِ نادر گرفت

برسوں کی محنت و جد و جہد اور قربانیوں کے نتیجے میں جب دو قومی نظریہ کی بنیاد پر کلمہ کے نام پر اور خدا کی زمین پر خدا کے نظام کے دعوے اور وعدے پر اللہ کے دربار سے ہمیں برٹش سامراج کی غلامی سے آزادی اور خودمختاری کی نعمت ملی اور آزاد وطن کی دولت عطا ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے اور اپنی مسلمان قوم سے عہد نبھاتے ہوئے ہمیں پہلا کام یہاں اسلامی قانون کے اجراء کا ہی کرنا چاہیئے تھا کیونکہ کلمے کی بنیاد پر الگ وطن کا مطالبہ کرنا، یہ اللہ سے اور قوم سے عملی معاہدہ تھا لیکن جب ہم نے اللہ سے بھی اور اپنی مسلمان قوم سے بھی بدعہدی پر کمر باندھ لی اور پورے دھڑلے سے اللہ کے قوانین سے بغاوت کرنے لگے تو اس کی مار اور پھٹکار گذشتہ ساٹھ سالوں میں ہم پر جن جن شکلوں میں پڑتی رہی ان میں سے ایک اہم شکل یہ ہے کہ ایک طاغوت کی غلامی سے خلاصی پا کر دوبارہ دوسرے طاغوت و سامراج کی غلامی میں مبتلا ہو گئے۔ برٹش ایمپائر کی غلامی سے نکلنے پر جب حسبِ عہد اللہ کی غلامی میں نہ آئے تو بحر اوقیانوس کے اس پار کے سامراج کی عسکری و سیاسی غلامی میں اور یہودی سود خوروں کے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی اقتصادی غلامی میں مبتلا کر دیئے گئے کہ آج نام کو تو ہم آزاد ہیں مگر حقیقت میں ہم غلام ہیں کہ ہماری قوم کے ہر فرد کا بال بال عالمی مہاجنوں کے قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ہماری سیاسی قیادت کی تعیین و تقرری کے فیصلے باہر سے ہوتے ہیں ہمارے بجٹ تک باہر سے منظور ہو کر آتے ہیں، اہم چیزوں کے نرخ تک باہر سے طے ہو کر آتے ہیں حتیٰ کہ بعض وزرائے اعظم اور وزرائے خزانہ بھی امپورٹ ہو کر آتے رہے ہیں۔

بیسویں صدی کی ہلاکت خیزیاں

بیسویں صدی عیسوی انسانی تاریخ میں بڑے بڑے حادثات اور انقلابات کی صدی ہے، اس صدی میں دو عالمگیر جنگیں (پہلی 1914 تا 1918ء، دوسری 1939ء تا 1945ء) ہوئیں ان جنگوں نے کروڑوں انسانوں کی جانیں لیں، پہلی جنگ عظیم میں ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ انسان کام آئے اور دوسری

جنگ عظیم میں یہ تعداد پانچ کروڑ تک پہنچ کے رہی۔ ان جنگوں نے اقوامِ عالم کو تہہ و بالا کیا، ملکوں کے جغرافیے اور علاقوں کے نقشے بدلے، سلطنتوں اور مملکتوں کی سرحدیں تبدیل کیں، ان جنگوں نے (خصوصاً پہلی جنگِ عظیم نے) قدیم دنیا اور اس کے نظام کو الٹ پلٹ دیا ان جنگوں کے نتیجے میں بالکل ایک نئی دنیا وجود میں آئی جس نے جوہری طور پر اگرچہ قدیم دنیا کی کوکھ سے ہی جنم لیا تھا لیکن وہ قدیم دنیا سے بہت ہی مختلف تھی، بقول اقبال مرحوم ''یورپ کی جنگِ عظیم ایک قیامت تھی جس نے پرانی دنیا کے نظام کو قریباً ہر پہلو سے فنا کر دیا ہے اور اب تہذیب وتمدن کی خاکستر سے فطرت زندگی کی گہرائیوں میں ایک نیا آدم اور اس کے رہنے کے لئے ایک نئی دنیا تعمیر کر رہی ہے اھ'' (دیباچہ پیامِ مشرق)

انہی جنگوں کے نتیجے میں پرانے سامراج سپر پاور سے صفر پاور بنے اور نئے سامراج وجود میں آئے۔ برطانیہ عظمیٰ تین براعظموں میں پھیلی اپنی قلمرو کی ان وسعتوں سے جن میں کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا بے دخل ہو کر یورپ کے تاریک کونے میں اپنے اس محدود رقبے میں سمٹ گیا جہاں سورج کبھی کبھار ہی طلوع ہوتا ہے۔ امریکہ وروس نئے تازہ دم سامراج اور طاغوت بن کر نوآبادیاتی اور استبدادی عزائم کے ساتھ میدان میں اترے اور نئی فرعونیت کا آغاز ہوا۔ ایک طرف جرمن وجاپان اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوئے تو دوسری طرف افیون کے نشے میں چُور خوابیدہ چین عروسِ نو کی طرح انگڑائیاں لیتا ہوا فرحاں ومسرور ایشیا کے افق پر جلوہ گر ہونے لگا۔ ~

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا اور وہ عالم پیر مر رہا ہے ۔۔۔ جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

امت مسلمہ کے حوالے سے اس بیسویں صدی کا ایک بڑا حادثہ فاجعہ پہلی جنگِ عظیم کے نتیجے میں ترکی کی واحد اسلامی خلافت [1] خلافت عثمانی کا سقوط تھا، خلافت عثمانی ترکیہ امت کی آبرو اور اس کی عظمتِ رفتہ کی آخری نشانی تھی جو خود ترکوں کے ہاتھوں بے نام ونشان ہوئی۔ ~

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا ۔۔۔ سادگیٔ مسلم بھی دیکھ ذرا غیر کی عیاری بھی دیکھ

---

[1] خلافت، اسلامی نظام سلطنت کا اور امت مسلمہ کی سیاسی قوت وسطوت اور غلبہ وخود مختاری کا دوسرا نام ہے۔ خلافت کا قیام واحیاء دین اسلام کا ایک اہم اصول وحکم اور امت مسلمہ پر اجتماعی حیثیت سے لاگو ہونے والا شرعی فریضہ ہے۔ جس کی کامل ترین شکل پوری دنیا میں سارے عالمِ اسلام میں ایک ہی خلیفہ کا تقرر اور ایک ہی مرکز کا قیام ہے جس پر ساری امت جمع ہو، مشرق ومغرب میں مسلمانوں کے سب خطے اور سب علاقے اسی ایک مرکز کے ماتحت ہوں، ایک ہی خلیفہ کی عملداری میں ہوں، اسی میں اسلام کی شان وشوکت اور امت کی عظمت وغلبے کا راز مضمر ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کا تیس سالہ دور اس کا نمونہ ہے، حضرت عمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Iqra Ghufran

مذہبی ریاستوں کا احیاء

بیسویں صدی میں ان انقلابات وحوادث کے علاوہ ایک اہم تاریخی تبدیلی جو رونما ہوئی وہ اس صدی کے مختلف حصوں میں مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر جدید ریاستوں کا قیام ہے۔اس سلسلہ کی پہلی ریاست وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان ہے، جو اسلام کے نام پر، اسلامی نظام کے نفاذ کے نام پر، کلمہ طیبہ کے عنوان سے اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آئی، دوسری ریاست اس کے معاً بعد ۱۹۴۸ء میں یہودیت و صیہونیت کی بنیاد پر اسرائیل کا قیام ہے۔مغربی سامراجی قوتوں نے جن کی ''رگِ جاں پنجۂ یہود میں

﴿ گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مسلمان جزیرہ عرب سے نکل کر ایک طرف افریقہ کی آخری سرحدوں، بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک اور دوسری طرف چین کے اندر تک چلے گئے، افریقہ وایشیا میں ان کی فتوحات وتسخیرات کا دائرہ دور دور تک پھیل گیا لیکن دارالخلافہ ایک مدینہ ہی رہا، فارس کی پوری سلطنت بمعہ اپنے تمام مشمولہ مشرقی ممالک ایران، عراق، خراسان وماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے اور قیصر کی بازنطینی سلطنت کے مفتوحہ ممالک مصر وشام وغیرہ مدینہ کی ایک ہی اسلامی خلافت کے صوبے قرار پائے جہاں مرکز کی طرف سے عامل (گورنر) مقرر ہو کر آتے تھے اور مرکزی خلافت کی ماتحتی میں کاروبار سلطنت کا انتظام وانصرام کرتے تھے، خلافت بنوامیہ کے لگ بھگ سو سالہ عرصہ میں بھی یہی سلسلہ رہا، خلافت بنوعباس کے آتے ہی ہسپانیہ کا ملک خود مختار ہو گیا لیکن ہسپانیہ کے اموی سلاطین نے بھی ایک عرصہ تک خلافت کی مرکزیت وتقدس کا لحاظ رکھا اور اپنے لئے الگ خلافت کا دعویٰ نہیں کیا، ساتویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں فتنہ تاتار کے سیلاب بلا میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی مشرقی عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا۔خلافت عباسیہ کا دوسرا مرحلہ، سقوط بغداد کے چند سال بعد ہی مصر میں شروع ہوا جو تقریباً ڈھائی سو سال تک قائم رہا لیکن اس مرحلے میں یہ خلافت ایک علامتی اور رسمی حیثیت رکھتی تھی، اصل اختیارات سلطانِ مصر کے پاس ہوتے تھے۔ بعد میں ترکی کے سلطان سلیم عثمانی نے مصر کے عباسی خلیفہ کو معزول کر کے خود خلافت کا منصب سنبھالا۔اس وقت سے 1924ء میں سقوطِ خلافت تک جو لگ بھگ چار سو سال کا عرصہ بنتا ہے خلافت ترکی کے عثمانی خلفاء ہی کے ہاتھ میں رہی تا آنکہ مصطفیٰ کمال اتاترک جیسے ملحد وزندیق فری میسنری طاغوتی مہرے کے ہاتھوں اس کا سقوط عمل میں آیا۔جنگ عظیم اول میں اتحادیوں کے ہاتھوں ترکی کے شکست کھانے سے خلافت ترکیہ کے سقوط کا نقشہ وخدشہ سامنے آ گیا تھا۔اس موقعہ پر برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت کی حمایت میں تحریک خلافت شروع کی، یہ بڑی ایمان افروز اسلامیت کی روح سے سرشار تحریک تھی جس کے روح رواں مولانا محمد علی جوہر اور دوسرے مشاہیر و زعماءِ قوم تھے لیکن جب ترکی کے لیڈر مصطفیٰ کمال نے مارِ آستیں بن کر اور ملت سے غداری کرتے ہوئے خلافت کے سقوط کا اعلان کر کے ترکی کو سیکولرازم اور لادینیت کی راہ پر ڈال دیا تو اس کا کیا علاج ہو سکتا تھا۔۔ع خود کردہ را علاجے نیست۔

خلافت کے سقوط پر پوری امت کو بالعموم اور اسلامیانِ برصغیر پاک وہند کو خصوصاً سخت صدمہ اور ٹھیس پہنچی۔، اقبال مرحوم نے ذیل کے شعر میں اسی صدمے سے نڈھال قوم کو تسلی دی ہے۔ ؎

عثمانیوں پہ کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

وہ وقت ہے اور آج کا وقت ہے کہ امت خلافت سے محروم ہے، مرکزیت سے محروم ہے۔مختلف لادینی نظاموں کے زیرِ سایہ مسلمان زندگی گزار رہے ہیں۔ دنیا کے نقشے پر پچاس سے زیادہ مسلمان مملکتیں ہیں لیکن دوسروں کے رحم وکرم پر ہیں انہی کے نظامِ زندگی اور تصوراتِ حیات کو مجموعی طور پر مسلمان ریاستوں نے سینے سے لگایا ہے، غیروں کی تہذیب اور کلچر وثقافت پر فخر کرتے ہیں، اسلام، اسلامی اقدار اور اسلامی دستورِ حیات کی راہ میں خود مسلمانوں کا اشرافیہ، ارباب اقتدار، حکومتیں بڑی رکاوٹ بن کر کھڑی ہیں، طاغوت وسامراج کی بے دام غلامی کر کے اللہ اور اللہ کے فرامین وقوانین سے بغاوت کو انہوں نے حرزِ جاں بنایا ہوا ہے۔ع یا ناعی الاسلام قم وانع۔

ہے''نہایت غاصبانہ، جابرانہ، ظالمانہ طریقہ پر یہ ریاست قائم کی۔ امریکہ و برطانیہ کی سامراجی طاقتوں نے مسلمانوں کی سرزمین پر عربوں کے علاقے پر، ارض مقدس پر، یہودیوں کو تسلط دلاکر، دنیا بھر سے اس دھتکاری ہوئی اور بارگاہِ خداوندی سے غضب یافتہ قوم کی منتشر بھیڑوں اور بھیڑیوں کو جمع کرکے اس دجالی سلطنت کا ڈول ڈالا۔

تیسری مذہبی حکومت ایران میں خمینی کے شیعی انقلاب کے نتیجہ میں قائم ہوئی۔ چوتھی مذہبی ریاست امارتِ اسلامی افغانستان کی صورت میں صدی کی آخری دہائی میں طالبان نے قائم کی (اگر اس سلسلہ کو ذرا اور وسیع کیا جائے تو عیسائیوں کی ڈیڑھ اینٹ کی مذہبی ریاست پوپ کی قلمرو، ویٹی کن سٹی (Vetican City) اس لڑی کی پانچویں کڑی بنتی ہے)

اگر اسلامی حقائق اور اسرار پر نظر ہو اور قربِ قیامت کے فتن واحوال پر مشتمل احادیثِ مبارکہ پیش نظر ہوں (خصوصاً نزولِ عیسیٰ، ظہور مہدی اور خروجِ دجال کے متعلق آثار واخبار) تو پاکستان اور اسرائیل کا آگے پیچھے معرض وجود میں آنا محض ایک اتفاقی واقعہ معلوم نہیں ہوتا، بلکہ قدرت کی گہری تکوین اور حکمتیں اس میں کارفرما ہیں۔ نزول عیسیٰ، ظہور مہدی، اور خروج دجال کی شکل میں مستقبل میں خیر وشر کا جو گھمسان کا رن پڑنے والا ہے (جس میں آخری فتح اسلام اور اہل اسلام کی ہوگی اور مشرق ومغرب میں اسلام کا غلبہ ہوجائے گا)۔ کفر واسلام کے ان فیصلہ کن معرکوں اور سلسلہ ملاحم کا میدان کارزار ارض مقدس کی یہی سرزمین (جو آج پانچ ٹکڑوں میں منقسم ہے یعنی فلسطین واسرائیل، اردن، لبنان اور شام) اور خراسان کا علاقہ بننے والا ہے (خراسان موجودہ افغانستان کے بڑے حصے اور ایران کے کچھ حصے پر مشتمل ہے، پاکستان کا سرحدی قبائلی علاقہ بھی پرانے افغانستان کا حصہ تھا جو انگریزوں کی عملداری میں ڈیورنڈ لائن (Durind Line) کے ذریعے اُدھر سے اِدھر ملایا گیا تھا)

مذکورہ چار مذہبی ریاستوں کا احیاء انہی علاقوں میں ہوا ہے۔ آج دجالی اور سامراجی قوتوں (یہودیوں، صیہونیوں اور صلیبیوں) نے انہی علاقوں پر یلغار کی ہوئی ہے، شر کی یہ قوتیں اپنے تمام لاؤلشکر جمع کرکے اور آتشیں ہتھیاروں سے مسلح ہوکر ان خطوں کو جہنم زار بنائے ہوئے ہیں۔ ہر طرح کی مشکلات اور آزمائشوں میں گھر کر بھی اہل حق کی محدود ومختصر طاقت وجمعیت کفر کے ان دَل بادل لشکروں سے پوری جرأت واستقامت سے برسرپیکار ہے۔

طاغوتی لشکر ہر قسم کے داؤ پیچ آزما کر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر، اور مکر وفریب کو کام میں لاکر بھی ہر میدان میں منہ کی کھا رہے ہیں، اور انکی سازشیں، اسکیمیں، عزائم ومنصوبے تارعنکبوت کی طرح بودے و بے اعتبار ثابت ہو رہے ہیں۔

''کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون''(العنکبوت)

بہرحال جو آگ آج فلسطین، پاکستان وافغانستان اور عراق میں لگی ہوئی ہے ملاحم اور دجالیات والی روایات کی روشنی میں اس کا پس منظر اور پیش منظر، اتار چڑھاؤ، مختلف مراحل اور آخری انجام سب واضح ہے، کاش کہ ہمارے مقتدر ادارے، ارباب اقتدار، منصوبہ ساز اتھارٹیاں ان حالات میں طاغوتی طاقتوں کی پشتیبان ومعاون بننے کے بجائے اپنے دین کی روشنی میں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور پیشینگوئیوں کی روشنی میں ان حالات کا تجزیہ کریں، اس خطے کی نازک پوزیشن کا احساس کریں، اپنی اسلامی اور انسانی ذمہ داریوں کا شعور وادراک حاصل کریں، تاکہ خیر وشر کے اس معرکہ میں جو ابھی بہت آگے تک جائے گا اس میں کلمہ گو مسلمان، کفر کا حمایتی اور طاغوت کا دلال بننے سے بچ جائے، اللہ کا سپاہی بنے، امت کی نشاۃ ثانیہ کے اس تاریخ ساز مرحلے میں اپنا حصہ اسلام اور اہل اسلام کے پلڑے میں ڈالے، دنیا وآخرت میں سرخرو ہو جائے ورنہ بصورت دیگر بھی آخری غلبہ تو حق واہل ہی کا ہوگا، اسلام و اہل اسلام کا ہوگا، لیکن باطل پرست مسلمانوں کی وجہ سے اہل حق کی مشکلات ذرا بڑھ جائیں گی اور اپنوں کے ہاتھوں زخم لگنا زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے خواہ زبان کے ہی زخم ہوں، یا ڈالر لے کر میڈیا اور دیگر مختلف فورموں پر افواہ سازی، پروپیگنڈہ اور ڈس انفارمیشن کے ہی ہتھیاروں کا استعمال ہو۔ (جاری ہے......)

مقالات ومضامین درجة الفجر والشفق مفتی محمد رضوان

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۶)

(۱۳)......محقق طوسی کی بیست باب کا حوالہ

نصیر الدین محقق طوسی (المتوفیٰ ۶۷۲) اپنی کتاب بیست باب کے نویں باب میں جو انھوں نے صبح اور شفق کی معرفت کے بارے میں قائم کیا ہے، فرماتے ہیں:

واگر نظیر شرقی بود کمتر از ہژدہ درجہ باشد ہنوز شفق فرونشدہ باشد، واگر ہژدہ درجہ بود انتہاء غروب شفق و اگر بیشتر بود شفق فروشدہ باشد، واگر نظیر درجہ غربی بود پیشتر از ہژدہ درجہ ہنوز صبح برنیامدہ باشد واگر کمتر از ہژدہ باشد صبح برآمدہ باشد واگر ہژدہ درجہ بود اول وقت طلوعِ صبح ہست (بیست باب ص۱۶، باب نہم: درمعرفت صبح وشفق، ناشر: مکتبہ دارالاحسان، کانسی روڈ، کوئٹہ)

ترجمہ: اور اگر سورج کی مشرقی نظیر ۱۸ درجے سے کم ہو، تو ابھی شفق غروب نہیں ہوئی، اور اگر ۱۸ درجے ہے، تو شفق کے غروب کی انتہاء ہے، اور اگر ۱۸ درجے سے زیادہ ہے، تو شفق غروب ہوچکی ہے، اور اگر سورج کی مغربی نظیر ۱۸ درجے سے پہلے ہے، تو صبح طلوع نہیں ہوئی، اور اگر ۱۸ درجے سے کم ہے، تو صبح برآمد ہوچکی ہے، اور اگر ۱۸ درجے پر ہے، تو طلوعِ صبح کے آغاز کا وقت ہے (ترجمہ ختم)

محقق طوسی نے شروع باب سے آخر تک صبح اور شفق کی انواع کا ذکر کئے بغیر پہلے تو طلوعِ صبح وطلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب وغروبِ شفق کے درمیان کے وقت کے حساب کا طریقہ بتلایا۔ [۱]

اور اس کے بعد طلوعِ صبح اور غروبِ شفق کے واضح الفاظ سے 18 درجے پر ہونا بتلایا، اور طلوعِ صبح کے

---

[۱] چنانچہ مندرجہ بالا عبارت سے پہلے کے پورے باب کی عبارت اس طرح ہے:

باب نہم: درمعرفت صبح وشفق۔ نظیر درجۂ آفتاب را بر مقنطرہ ہژدہم درجہ غربی نہیم ومری نشاں کنیم پس برافق مغرب نہم ومری نشاں کنیم ومیان ہر دونشان بشمریم وبر پانزدہ قسمت کنیم آنچہ بیروں آید ساعات مستوی باشد میانِ طلوع صبح وطلوعِ آفتاب وہمچنیں نظیر درجہ آفتاب را برافق شرقی نہیم ومری نشان کنیم پس بر مقنطرہ ہژدہم درجہ شرقی نہیم ومری نشان کنیم ومیان ہر دونشان بشمریم، وبر پانزدہ قسمت کنیم، آنچہ بیرون آئد ساعات بود میان غروب آفتاب وغروب شفق واگر از کوکب ارتفاع گرفتہ باشیم آن ارتفاع را یعنی شنطیہ کوکب را در آں ارتفاع بر مقنطرۂ او نہیم، پس نگاہ کنیم تا نظیر درجہ آفتاب بر کدام مقنطرہ ہست، از مقنطرات ارتفاع چند آنچہ بود سر مخروط ظل زمین بود

Idara Ghufran

اطلاق سے طلوعِ صبح صادق ہی مراد ہوا کرتا ہے، نہ کہ کاذب، اور شفق کے اطلاق سے بھی احمر یا ابیض ہی مراد ہوا کرتا ہے، بالخصوص جبکہ اصحابِ فن نے صادق کی تصریح بھی کی ہے۔

بعض احادیث میں مطلق شفق کے الفاظ سے بھی فقہاء کا ان دونوں کے مابین ہی اختلاف محدود رہا، مستطیل کا قول کسی نے بھی نہیں کیا۔ اور فلکی قانون میں بھی ابیض کا مراد ہونا راجح ہے کیونکہ وہی صبح صادق کے مقابلہ میں ہے، اور انہی دونوں کا زیرِ افق ایک درجہ متعین ہے۔

اس لیے طلوعِ صبح وشفق کو بیاضِ مستطیل یا احمر پر محمول کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ [۱]

جس سے ظاہر ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب 18 درجے زیرِ اُفق ہوتا ہے۔

۱۸ درجہ پر بیاضِ مستطیل کے طلوع وغروب کا بطلان پہلے ثابت کیا جاچکا۔

(۱۴)......عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی کا حوالہ

عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصَدُ الثَّامِنُ سَبَبُ الصُّبحِ كُرَّةُ الْبُخَارِ تَتَكَيَّفُ بِالضَّوْءِ لِأَنَّهَا تَقْبَلُ نُوْرَ الشَّمْسِ كَمَا تَقَدَّمَ فِيْ آخِرِ مَبَاحِثِ الْمُبْصَرَاتِ فَإِذَا قَرُبَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْأُفُقِ فِيْ جَانِبِ الشَّرْقِ وَلَمْ يَبْقَ مِنْ قَوْسِ اِنْحِطَاطِهَا إِلَّا مِقْدَارَ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ دَرَجَةً عَلٰى مَا عُرِفَ بِالتَّجْرِبَةِ اِسْتَنَارَ بِضُوْئِهَا الْبُخَارُ الْكَثِيْفُ الْوَاقِعُ فِيْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ فَيُرٰى ذٰلِكَ النُّوْرُ الْمُتَزَايِدُ بِزِيَادَةِ قُرْبِ الشَّمْسِ وَهُوَ الصُّبْحُ وَالشَّفَقُ مِثْلُهُ لٰكِنَّهُ عَكْسُهُ فِيْ أَنَّ أَوَّلَهُ كَآخِرِ الصُّبْحِ وَآخِرَهُ كَأَوَّلِهِ

(المواقف، القسم الثالث فی العناصر، المقصدالثامن) [۲]

---

[۱] یہاں اس بات کی یاددھیانی ضروری ہے کہ صبح کاذب یا فجرِ کاذب سے جہاں کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں، اور اس لئے اس کے درجے کو معلوم کرنے کی شرعی نقطۂ نظر سے کوئی ضرورت نہیں، اسی طرح بیاضِ مستطیل کے دائماً ظہور وعدم ظہور اور درمیان کے وقفہ کے بارے میں فقہاء وماہرین کا تفصیلی کلام بھی اس کا متقاضی ہے کہ درجے کی یہ تعیین ونشاندہی بیاضِ معترض یعنی صبح صادق اور اس کے مقابلہ میں شفقِ ابیض کے غروب سے متعلق ہونی چاہئے نہ کہ بیاضِ مستطیل سے متعلق۔

[۲] اور آگے اولِ شفق اور آخرِ شفق میں حمرۃ کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

هذا ما يليق بالكتاب وأما تصويرهما على ما ينبغي فليطلب من موضع آخر والحمرة التي توجد في أول الشفق وآخر الصبح إنما هي لتكاثف الأبخرة في الأفق وزيادة سمكها بالنسبة إلى الباصرة لأنها أي تلك الزيادة في غلظ الأبخرة بقدر ربع دور الأرض كما يظهر بالتخيل الصادق وتنقص تلك الزيادة في غيرها أي غير دائرة الأفق شيئا فشيئا حتى يكون تكاثف الأبخرة بقدر غلظ البخار كما بالنسبة إلى سمت الرأس وقد ذكر أنه اعتبرها أي كرة البخار المهندسون فوجدوها أي غلظها ستة عشر فرسخا أو سبعة عشر (المواقف، القسم الثالث في العناصر، المقصدالثامن)

ترجمہ: آٹھواں مقصد: صبح کا سبب کرۂ بخاریٰ ہیں، جو روشنی سے متکیف ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ سورج کی روشنی کو قبول کر لیتے ہیں، جیسا کہ مبصرات کی مباحث کے آخر میں گزر چکا ہے، پس جب سورج مشرقی جانب میں اُفق کے قریب ہو جاتا ہے، اور اس کے انحطاط کے قوس سے صرف ۱۸ درجے کی مقدار باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ تجربہ سے یہ بات پہچان لی گئی ہے، تو سورج کی روشنی سے اس جانب میں واقع کثیف بخاریٰ روشن ہو جاتے ہیں، پس وہ روشنی سورج کے قریب ہونے کی زیادتی کے ساتھ ساتھ (لحہ بہ لحہ) زیادہ ہوتی جاتی ہے، اور اس کا نام صبح ہے، اور شفق بھی اسی کی طرح ہے، لیکن اس کے عکس کے ساتھ، کہ اس (شفق) کا اول صبح کے آخر کی طرح اور شفق کا آخر صبح کے اول کی طرح ہوتا ہے، یہ بحث تو کتاب کے لائق تھی، رہا ان دونوں کی صورت کا معاملہ تو اس کو دوسری جگہ ملاحظہ کیا جائے (ترجمہ ختم)

علامہ الایجی کا شمار مستند شخصیات میں ہوتا ہے، اور آپ حنفی المسلک قاضی تھے۔ [1]

اور علامہ الایجی کی المواقف کتاب انتہائی معتبر و مستند شمار کی گئی ہے، اور اس کی متعدد و مستند اہلِ علم حضرات نے شروحات لکھی ہیں، صاحبِ کشف الظنون نے ان شروحات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۸۹۳)

علامہ الایجی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صبح صادق سورج کے ۱۸ درجے زیرِ اُفق رہ جانے پر ہوتی ہے، کیونکہ آپ نے ۱۸ درجے کی روشنی کی صفت اس کا زیادہ ہونا بیان فرمائی ہے، اور یہ صفت صبح صادق کی ہے۔

(۱۵)......شرح چغمینی کا حوالہ

صلاح الدین قاضی زادہ رومی (المتوفیٰ ۸۹۹ھ) شرح چغمینی میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ عُرِفَ بِالتَّجْرِبَةِ أَنَّ أَوَّلَ الصُّبْحِ وَآخِرَ الشَّفَقِ إِنَّما يَكُونُ إِذَا كَانَ انْحَطَاطُ الشَّمْسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً ا (شرح چغمينى، الباب الثالث من المقالة الثانية فى أشياء منفردة، صفحه ۱۲۲، مكتبة امدادية، ملتان، پاكستان)

---

[1] الأيجى :عبد الرحمن بن ركن الدين أحمد بن عبد الغفار البكرى القاضى عضد الدين الأيجى "أيج بلدة من نواحى شيراز "الحنفى كان قاضياً بممالك الإتقان ولد سنة 700 وتوفى سنة .756له آداب عضد الدين .أخلاق عضد الدين .اشراق التواريخ .بهجة التوحيد. تحقيق التفسير فى تكثير التنوير فى تفسير القرآن .جواهر الكلام فى مختصر المواقف له . الرسالة العضدية فى الوضع .زبدة التاريخ فى ترجمة إشراق التواريخ .شرح المقالة المفردة فى صفة الكلام .شرح منتهى السول والأمل لابن الحاجب .عقائد العضدية مشهور .عيون الجواهر .الفوائد الغياثية فى المعانى والبيان .الكواشف فى شرح المواقف .المواقف السلطانية فى علم الكلام .وغير ذلک.(هدية العارفين ج ۱ ص ۵۲۷، تحت ترجمة الايجى)

ترجمہ: تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے جبکہ آفتاب اُفق سے اٹھارہ درجہ نیچے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اس عبارت میں اولِ صبح سے صبح صادق کی ابتداء اور آخرِ شفق سے شفقِ ابیض کی انتہاء مراد ہے۔

کیونکہ اس سے شارحِ چغمینی نہار ولیل اور فجر وعشاء کا وقت بتانا چاہتے ہیں، اور شریعت کی نظر بلکہ فلکی قانون میں بھی نہار کا آغاز صبح صادق سے ہوتا ہے، نہ کہ کاذب سے۔ [۱]

اور اسی وجہ سے شارحِ چغمینی نے اولِ صبح وآخرِ شفق کے 18 درجہ پر مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلے نہ تو بعض دوسرے اصحابِ فلکیین کی طرح صبح کی انواعِ ثلاثہ کا ذکر فرمایا، اور نہ ہی شفق کی تقسیم فرمائی، اور سورج کے غروب ہونے کے بعد جس درجے پر رات کے وقت شفقِ ابیض کی انتہاء ہوتی ہے، اسی درجے پر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح صادق کی ابتداء ہوتی ہے؛ اور اسی قاعدے پر مغربِ حنفی اور فجر کا وقت برابر ہوتا ہے۔

لہٰذا صبح اور شفق دونوں وہی مراد ہونگے، جو کہ ایک متعین درجے پر ہوتے ہیں، اور وہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ہے، جس پر بحث پہلے مستقل عنوان کے تحت گزر چکی ہے، اور اس سے بعض محشی سمیت کسی کا بیاضِ مستطیل واحمر مراد لینا درست نہیں، جس کی وجوہات پیچھے گزر چکی ہیں۔ [۲]

---

[۱] چنانچہ شرحِ چغمینی میں اس بحث کا آغاز مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ ہوا ہے:

ومن جملة تلك الاشياء المنفردة الكلام فی معرفة الليل والنهار وما يتعلق بهما كالصبح والشفق هما يتركب منهما كاليوم بليلة الحقيقي والوسطىٰ الخ (ایضاً صفحہ ۱۲۱)

اور نہار خواہ شرعی ہو یا عرفی، اس کی ابتداء وانتہاء کاذب پر ہرگز نہیں ہوتی۔

[۲] امداد الاحکام میں بھی شرحِ چغمینی کی اس عبارت سے صبح صادق ہی کو مراد لیا گیا ہے، چنانچہ شرحِ چغمینی وغیرہ کی عبارات لکھنے کے بعد فرمایا:

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوعِ آفتاب سے اٹھارہ درجہ پہلے ہوتی ہے (امداد الاحکام، جلد ۱، ص ۴۰۱، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت)

علاوہ ازیں البیرونی، شارحِ چغمینی اور دیگر حضرات اس درجہ کا مدار قانون، تجربہ اور رصدگاہوں سے معلوم ہونے پر رکھ رہے ہیں، نہ کہ کسی نص پر؛ اور موجودہ جدید ترین رصدگاہوں اور فلکی قانون وتجربہ سے اٹھارہ درجہ پر صبح صادق ہونا معلوم ہو چکا۔

اور فقہائے کرام کی عبارات وفلکی قانون سے بیاضِ مستطیل وصبح کاذب کے ظہور وغیوب کے عمل اور وقت کا مختلف ہونا محقق وثابت ہو چکا ہے۔ تو کیا بڑے بڑے مسلم ماہرینِ فلکیات کی عبارات کو گھما پھرا کر کاذب پر محمول کرنا ان کی نااہلی کے اظہار کا باعث نہ ہوگا کہ وہ فقہ اور فن دونوں سے ہی ناواقف رہے۔ فيا للعجب ۔

لہٰذا شرحِ چغمینی وبیست باب کے بعض حاشیہ نگار حضرات نے متون کی عبارات کو جو کاذب پر محمول کیا ہے، وہ دلائل کے لحاظ سے درست نہیں، چند حاشیہ نگار حضرات کے تفردات کی وجہ سے متقدمین ومتاخرین بڑے بڑے مسلم ماہرینِ فلکیات کے متون، مراصدات ومشاہدات، فقہی تصریحات وفنی قواعد بلکہ عملی توارث کو ہرگز نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ جمادی الاولیٰ: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۱ھ**: میں حضرت ابوالحسین عبداللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن موسیٰ بن یزید بن شاذان بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۱۲۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۲ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص۴۵۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۳ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن یعقوب صفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱ ص۳۷۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۵ھ**: میں حضرت ابواسحاق محمد بن قاسم بن شعبان بن محمد بن ربیعہ عماری مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۷۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۷ھ**: میں حضرت ابوحفص عمر بن جعفر بن عبداللہ بن ابی السری وراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۱ ص۲۴۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۸ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن ابراہیم بن یوسف جرجانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۹ ص۴۰۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن یوسف بن خلاد بن منصور نصیبی عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۷۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۰ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن داؤد دینوری دقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۳۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۱ھ**: میں حضرت ابوصالح خلف بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن نصر بخاری خیام کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۲۰۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۲ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن جعفر بن خذیان ترکی فرغانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۳۳)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۳ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عبدالعزیز بن اسحاق بن جعفر بن روزبہان

بن ہیثم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۴۵۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۵ھ**: میں حضرت ابواسحاق سعد بن محمد بن اسحاق صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۱۲۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۶ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر کتانی الاحول رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۱۵۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۷ھ**: میں اندلس کے قاضی حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن سلیم اموی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۴۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۸ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن احمد بن ابراہیم شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۷۱)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۶۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن صالح بن علی بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن عبیداللہ ہاشمی عباسی کوفی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۲۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۷۱ھ**: میں حضرت ابومنصور احمد بن محمد بن احمد بن علی صیرفی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۷۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۷۳ھ**: میں حضرت ابوعثمان سعید بن سلام المغربی الصوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۱۱۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۷۴ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عمر بن محمد بن سیف بن محمد بن جعفر بن ابراہیم بن عبداللہ بن سلیمان الکاتب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۵۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۷۹ھ**: میں حضرت ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۲۰، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۸۲، تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۲۶۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۷۹ھ**: میں حضرت ابوسلیمان محمد بن قاضی عبداللہ بن احمد بن ربیعہ بن زبر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۴۱، تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۱۲۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۹۷)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸۱ھ**: میں حضرت ابوالحسین احمد محمد بن احمد بن عبداللہ بن نقور بغدادی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۳۷۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸۴ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن علی بن عبداللہ نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۱۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸۶ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن مالک بن حارث بن خالد بن ولید رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۹ص ۳۹۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸۷ھ**: میں حضرت ابوطاہر محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ سلمی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۹۰)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸۸ھ**: میں حضرت ابونصر محمد بن محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج ۳ص ۲۲۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۸۹ھ**: میں حضرت ابوحفص عمر بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل برمکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۸)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۹۱ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن حمید اللخمی خراز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۶۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۹۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن محمد بن یحییٰ بن حلیس بن عبداللہ سلامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۳۵)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۹۳ھ**: میں حضرت ابومحمد حسن بن علی بن احمد بن قاضی محمد بن خلف بن وکیع ضبی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۶۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۹۶ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن قاسم بن نصر بن دوست رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۴ص ۳۵۰)

نومولود کے فضائل واحکام مع اسلامی نام (زیرِ طبع)

لڑکے اور لڑکی کی ولادت و کفالت اور پرورش کے تربیت کے فضائل واحکام

نومولود کے کان میں اذان، تحنیک، نام تجویز کرنے، عقیقہ اور ختنہ وغیرہ کے احکام اور متعلقہ فضائل

اور نام تجویز کرنے سے متعلق اسلامی ہدایات واحکامات اسلامی ناموں کی فہرست

تصنیف: مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط۲۰)

مفتی محمد امجد حسین

سنت، نفل نمازیں

نماز چاشت

چاشت کی کم سے کم چار، زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، اور درمیانہ درجہ آٹھ رکعتوں کا ہے، (بعض کا قول زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہونے کا بھی ہے اور یہی تعداد افضل بھی ہے بوجہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وعمل دونوں سے ثابت ہونے کے۔) چاشت میں چار رکعت پڑھنے کو اکثر اہلِ علم نے اختیار کیا ہے کہ چار کے متعلق احادیث وآثار زیادہ کثرت اور صحت کے ساتھ مروی ہیں۔

چاشت کا وقت

چاشت کا وقت اشراق کے بعد (ایک پہر دن گزرنے پر) شروع ہوکر نصف النہار شرعی تک رہتا ہے [1]

(اشراق کے وقت کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

مشورہ

کاروباری مشاغل اور دنیوی مصروفیتوں کی وجہ سے اگر مذکورہ تفصیل کے مطابق چاشت کے وقت میں نماز چاشت پڑھنے کا موقعہ نہ ملتا ہوتو یوں بھی کرسکتے ہیں کہ اشراق کے وقت میں ہی دو یا چار رکعت اشراق کی نیت سے اور دو یا چار رکعت چاشت کی نیت سے آدمی پڑھ لے تاکہ دونوں کی فضیلت ایک درجے میں

---

[1] پرانے حساب میں رات دن کے اوقات کو آٹھ پہر میں تقسیم کیا جاتا تھا، اس اعتبار سے ہر پہر تین گھنٹے کا بنتا ہے، (بحساب چوبیس کو آٹھ پر تقسیم کرنے کے) نصف النہار شرعی سے مراد صبح صادق یعنی فجر کا وقت داخل ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک کے پورے وقت کا آدھا (نصف) ہے مثلاً فجر کا وقت صبح چار بجے داخل ہوا اور غروب آفتاب شام کو سات بجے ہوتو یہ پندرہ گھنٹے کا دن ہوا جس کا نصف ساڑھے سات گھنٹے بنتا ہے پس اس صورت میں دوپہر ساڑھے گیارہ بجے نصف النہار شرعی بنے گا، اور ایک نصف النہار عرفی یا شمسی ہے جس کا آغاز صبح صادق کی بجائے طلوع آفتاب سے شمار ہوتا ہے اور انتہا غروب آفتاب پر ہی ہے۔ مثلاً مذکورہ مثال میں جبکہ صبح صادق چار بجے ہوتی ہے اور طلوع آفتاب ساڑھے پانچ بجے تو نصف النہار عرفی سوا بارہ بجے ہوگا۔ نصف النہار شرعی کو ضحوہ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ رمضان کے ادائی روزہ، نفل روزہ اور نذر معین کے روزہ کی نیت اس ضحوہ کبریٰ سے پہلے پہلے تک ہوسکتی ہے۔ اسی طرح چاشت کی نماز بھی اس نصف النہار شرعی کے وقت تک پڑھ سکتے ہیں جبکہ نصف النہار عرفی زوال کا وقت ہے اس وقت ہر قسم کی نماز پڑھنا منع ہے اور اس زوال کے وقت کے ختم ہوتے ہی ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

حاصل ہو جائے، بکثرت نیک، صالح لوگوں کا یہ طریقہ بھی رہا ہے۔

نمازِ تہجد

رات کے نوافل کو صلوٰۃ اللیل کہتے ہیں۔، عشاء کی نماز کے بعد جو بھی نفل نماز پڑھی جائے وہ صلوٰۃ اللیل کے عموم میں شامل ہے۔ نماز تہجد بھی صلوٰۃ اللیل کی ایک قسم ہے اور سنت نماز ہے، یہ رات کو سو کر اُٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ کوئی سو کر اٹھنے کا عادی نہ ہو تو سونے سے پہلے ہی کچھ نوافل پڑھ لیا کرے اسے تہجد کا ثواب ایک درجے میں مل جائے گا۔ تہجد کی نماز کے بہت فضائل احادیث میں بیان ہوئے ہیں، مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے **افضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ صلوٰۃ اللیل** ۔ کہ فرض نمازوں کے بعد تہجد کی نماز سب سے افضل نماز ہے۔ تہجد کی نماز اس امت کے بھی اور گذشتہ امتوں کے بھی سب نیک صالح لوگوں اور اللہ والوں کا معمول رہا ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی شخص نماز تہجد پڑھنے کے بغیر ولایت کے مقام تک نہیں پہنچتا۔

تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے، سنت یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے، آرام کرے پھر رات میں اٹھ کر نماز تہجد پڑھے اور آدھی رات گزرنے کے بعد پڑھنا افضل ہے۔ تہجد کی رکعتوں کی تعداد میں کئی اقوال ہیں۔ کم سے کم دو رکعتیں، زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں اور اوسط درجے میں چار رکعتیں شمار ہوتی ہیں لیکن روایات میں ثبوت آٹھ سے زیادہ دس اور بارہ تک پڑھنے کا بھی ملتا ہے۔ [1]

جس کا تہجد پڑھنے کا معمول ہو وہ حتی الامکان اس کی پابندی کرے، بلا عذر تہجد میں ناغہ نہ کرے یہ بڑی محرومی کی بات ہے۔

نمازِ استخارہ

جب کسی کو کوئی اہم جائز کام درپیش ہو اور اس میں تردد ہو کہ یہ کام کرے یا نہ کرے یا یہ کہ کس وقت کرے،

---

[1] آٹھ سے زیادہ یعنی دس اور بارہ میں یہ توجیہ بھی خود روایات کی روشنی میں معلوم ہوتی ہے کہ تہجد کا آغاز آپ دو ہلکی پھلکی نفل رکعتوں سے کرتے تھے، تو جنہوں نے ان دو رکعتوں کو بھی شمار کیا تو تعداد دس ہوگئی اور اسی طرح تہجد و وتر کے بعد فجر کی دو سنتیں پڑھتے تھے تو بعضوں نے ان سنتوں کو بھی شمار کر کے تعداد بارہ رکعت بتلائی (علاوہ وتر کے)۔ غرضیکہ عام اور اکثری معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کا تھا باقی مختلف اوقات و حالات میں کم و بیش بھی پڑھی ہیں خود بخاری شریف کی ایک روایت میں مسروق تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

سألت عائشه عن صلوٰۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم باللیل فقالت سبع و تسع و احدیٰ عشر رکعةً سویٰ رکعتی الفجر (بخاری حدیث نمبر ۱۰۷۱) اور یہ سات، نو، گیارہ وتر کے ساتھ ہیں۔

یا ایک مقصد کی ایک سے زیادہ شکلیں اور راستے سامنے ہیں اب ان میں سے کونسا راستہ اختیار کرے۔ اُسے اس میں تردّد ہے تو وضو کر کے دو رکعت نفل نماز استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ یہ نفل پڑھ کے سلام پھیرنے کے بعد استخارہ کی دعا پڑھے (دعا کے اول و آخر میں حمد و درود یعنی الحمد للہ (ایک آیت) اور درود شریف بھی پڑھ لیا کرے)، دعائے استخارہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ وَاَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ وَتَعۡلَمُ وَلَا اَعۡلَمُ وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ وَعَاجِلِ اَمۡرِیۡ وَاٰجِلِہٖ فَاقۡدِرۡہُ لِیۡ وَیَسِّرۡہُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ وَعَاجِلِ اَمۡرِیۡ وَ اٰجِلِہٖ فَاصۡرِفۡہُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡہُ وَاقۡدِرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِہٖ.

اس دعاء میں ھٰذا الامر کا لفظ دو جگہ آیا ہے دونوں جگہ اس لفظ پر جب پہنچے تو اپنی حاجت اور مقصد کا دل میں تصور کرے جس کے لئے استخارہ کر رہا ہے (لیکن اگر توجہ نہیں بھی کی تب بھی کوئی نقصان کی بات نہیں کیونکہ استخارہ کی دعاء کرنے میں یہ مقصد اور نیت دل میں پہلے سے ہی موجود ہوتا ہے وہی کافی ہو جائے گا)

نماز استخارہ کے متعلقہ مسائل

مسئلہ (۱)...... باوضو، دائیں کروٹ پر قبلہ رُو سونا اور بستر کا پاک ہونا یہ روزمرہ سونے کے آداب میں سے ہے، اسی وجہ سے اگر سونے سے پہلے استخارہ کیا جائے تو باوضو پاک بستر پر قبلہ رُو ہو کر سونے کو بعض مشائخ نے استخارے کے بھی آداب میں شمار فرمایا ہے؛ لیکن ملحوظ رہے کہ ایسا کرنا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی خاص استخارے کے متعلق حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔

مسئلہ (۲)......استخارہ اگر کوئی سونے سے پہلے کرے، تو خواب میں استخارہ سے متعلق کچھ نظر آنا ضروری نہیں؛ البتہ اس کا امکان ضرور ہے، اس لیے استخارے کے بعد خواب وغیرہ میں کسی چیز کے نظر آنے کا منتظر نہیں رہنا چاہیے۔

مسئلہ (۳)......بعض لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد خواب میں فلاں رنگ کا نظر آنا اس کام کے خیر والا اور فلاں رنگ کا نظر آنا اس کام کے شر والا ہونے کی علامت ہے؛ استخارہ کی حدیث سے

یہ بات بھی ثابت نہیں، لہٰذا اس پر استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کا دارومدار رکھنا غلط ہے۔ البتہ بعض تعبیر دان حضرات نے خواب میں بعض مخصوص رنگوں کے نظر آنے کو جبکہ وہ خواب نفسانی وخیالی اور شیطانی نہ ہو بلکہ رحمانی ہو، خواب کی تعبیر میں دخیل مانا ہے؛ مگر اوّلاً تو اس میں یہ شرط ہے کہ خواب رحمانی ہو؛ شیطانی، خیالی اور نفسیاتی نہ ہو، دوسرے اس کی تعبیر بھی صحیح، مخلص، فن دان کا کام ہے؛ تیسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اس خواب کا استخارہ سے تعلق نہ ہو بلکہ روزمرہ کی طرح کا عام خواب ہو۔

مسئلہ (۴)...... استخارہ کے بعد ضروری نہیں کہ جس کام کے متعلق استخارہ کیا گیا ہے، اس کی طرف دل مائل ہو جائے یا اُس سے دل پھر جائے؛ البتہ بعض بلکہ اکثر اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا ہونا ضروری نہیں؛ اگر دل کا میلان ورُجحان کسی ایک طرف نہ ہو یا کسی طرف سے دل نہ پھرے اور تردُّد برقرار رہے، تب بھی جو کام مناسب سمجھے، اسے اختیار کرے، انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہی حاصل ہوگی اور استخارے کو بے سود نہ سمجھے۔

مسئلہ (۵)...... استخارہ کا جو مسنون طریقہ ذکر کیا گیا کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد استخارے کی مشہور دعا پڑھے یہ تو اس وقت ہے جب آدمی کو استخارہ اس طریقہ پر کرنے کی مہلت اور موقع ہو، اور استخارے کی نفل نماز پڑھنے میں بھی کوئی عذر نہ ہو اور اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو یا نماز پڑھنے میں کوئی عذر ہو (جیسا کہ خواتین کا مخصوص ایام میں ہونا) تو نماز پڑھے بغیر استخارے کی مسنون دعا پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے (اور صرف اس دعا کو پڑھنے کے لیے باوضو ہونا بھی ضروری نہیں)

مسئلہ (٦)...... بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ استخارے کی دُعا دونوں ہاتھ اُٹھا کر اور دُعا کے تمام آداب کو بجالا کر پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ (٧)...... استخارہ خود کرنا سنت ہے، کسی دوسرے سے کرانا سنت نہیں، اس لیے اس کام کا جس سے تعلق ہو، اس کو خود استخارہ کرنا چاہیے

مسئلہ (٨)...... استخارہ کرنے والے کا بزرگ، اللہ والا یا عالمِ دین ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر مسلمان عاقل، بالغ مسنون طریقے پر استخارہ کر کے اس کی خیر اور برکت سے مستفید ہوسکتا ہے۔

مسئلہ (٩)...... استخارہ ایک مرتبہ کرنا بھی کافی ہے، لیکن اگر کوئی کسی کام کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرے تو بھی حرج نہیں، بلکہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس کو بہتر اور افضل قرار دیا ہے کہ سات مرتبہ تک استخارہ کیا جائے؛ خصوصاً جبکہ ایک یا اس سے زیادہ مرتبہ استخارہ کرنے کے بعد کسی پہلو کی طرف

رُجحان ومیلان نہ ہو اور تردُّد ختم نہ ہو اور فیصلہ کرنے میں دُشواری محسوس ہورہی ہو۔

مسئلہ(۱۰)......بعض اوقات انسان کو کسی کام کے کرنے نہ کرنے کے لئے جلدی فیصلہ کرنا پڑتا ہے، یہ مسنون پوری دعا پڑھنے کا وقت نہیں ہوتا یا یہ دُعا زبانی یاد نہیں ہوتی، ایسے موقع پر مختصر دعائیں بھی احادیث میں آئی ہیں، اگر ان میں سے کوئی دعا پڑھ لی جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائیں گے؛ اگرچہ ان دعاؤں کو مشہور مسنون استخارے کا درجہ حاصل نہیں۔

ان میں سے چند دعائیں ترجمہ سمیت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) ...... **اَللّٰهُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ** (ترمذی وکنزالعمال ج ۷ حدیث نمبر ۱۸۰۵۳)

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے لئے آپ پسند فرمادیجئے اور چھانٹ لیجئے''

(۲)...... **اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ** (صحیح مسلم، ابواب الذکر والدعاء، باب التعوذ من شر ما عمل)

ترجمہ: ''اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمایئے اور مجھے سیدھے راستہ پر رکھیئے''

(۳)...... **اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ** (ترمذی، کتاب الدعوات باب نمبر ۷۰)

ترجمہ: ''اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل میں ڈال دیجئے''

ان دعاؤں میں جونسی دعا چاہیں پڑھ لیں، ویسے بھی یہ مختصر دعائیں ہیں جن کو یاد کرنا آسان بھی ہے۔ اور اگر عربی میں یہ الفاظ یاد نہ آئیں تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ اپنی زبان ہی میں اللہ کی طرف رجوع کرکے یہ دعا کرلیں کہ یا اللہ میرے سامنے یہ معاملہ پیش آگیا ہے، اس سلسلہ میں آپ میری سیدھے اور خیر والے راستہ کی طرف رہنمائی فرمادیجئے۔ اگر بالفرض زبان سے یہ نہیں کہہ سکتے تو دل ہی دل میں یہ دعا کرلو، انشاء اللہ خیر سے محرومی نہ ہوگی (ماخوذ از اصلاحی خطبات ج ۱۰ ص ۱۶۶ و ص ۱۶۷ بتغیر)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''مشورہ واستخارہ کے فضائل واحکام'' مؤلفہ: مفتی محمد رضوان صاحب)

نمازحاجت

جب کوئی جائز حاجت اور ضرورت درپیش ہو تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ [۱]

---

[۱] حدیث شریف میں حاجت کے لئے چار رکعت اس ترتیب سے پڑھنے کا بھی ذکر ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص، تیسری میں قل اعوذ برب الفلق، چوتھی میں قل اعوذ برب الناس پڑھے (ایک ایک بار) اور سلام پھیرنے کے بعد اللہ کی تعریف کرے اور نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھ کے یہ دعاء پڑھے:

لا الٰه الا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هي لک رضاالا قضيتها يا ارحم الراحمين.

اس کے بعد فریادی بن کر اپنی حاجت اللہ سے مانگے۔

صلوٰۃ التسبیح

احادیث مبارکہ میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی اور فرمایا کہ اے چچا اگر آپ اس کو پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، دانستہ اور نادانستہ، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر سب گناہ معاف فرمائیں گے اور فرمایا کہ اگر آپ سے ہوسکے تو ہر روز ایک مرتبہ ورنہ ہفتہ میں ایک بار، ورنہ مہینہ میں ایک بار، ورنہ سال میں ایک بار یہ نماز پڑھو، اور یہ بھی نہ کر سکو تو زندگی میں ایک بار تو یہ نماز پڑھ ہی لو۔صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہیں۔چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا بہتر ہے، تین مکروہ اوقات کے علاوہ رات دن میں ہر وقت یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔جمعہ کے دن زوال کے بعد جمعہ سے پہلے پڑھنا بہت افضل ہے۔اس نماز کے دو طریقے احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں۔ایک یہ کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھ کر ''سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' پندرہ مرتبہ پڑھے، پھر حسب معمول اعوذ باللہ، بسم اللہ، الحمد شریف اور سورت پڑھے پھر قیام کی حالت میں ہی یہ کلمات تسبیح جو اوپر ذکر ہوئے دس دفعہ پڑھے، پھر رکوع کرے اور رکوع کی تسبیح پڑھ کر پھر کلمات تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد پڑھ کر دس بار اور دونوں سجدوں میں بھی سجدہ کی تسبیح کے بعد دس دس بار اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی دس بار یہی کلمات تسبیح پڑھے یہ پچھتر دفعہ ایک رکعت میں ہوگئے، اس طرح چاروں رکعتوں میں کرے یعنی ہر رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور رکوع سے پہلے اور رکوع، قومہ، جلسہ اور دونوں سجدوں میں دس دس مرتبہ پڑھے۔

اس طرح چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ یہ کلماتِ تسبیح ہوجائیں گے۔

دوسرا طریقہ تھوڑا سا ہی اس سے مختلف ہے وہ یہ کہ الحمد شریف سے پہلے یہ کلماتِ تسبیح نہ پڑھے جائیں۔ بلکہ رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ اور ہر رکعت میں دوسرا سجدہ کر کے بیٹھے اور اس وقت دس مرتبہ پڑھے باقی رکوع، قومہ، جلسہ اور دونوں سجدوں میں دس دس مرتبہ حسب سابق پڑھے، اس طریقہ میں بھی عدد وہی پچھتر ہر رکعت میں اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ بنتا ہے۔ ﴿بقیہ صفحہ ۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۵)

اپنی تحویل میں موجود جانور کی خوراک کی ذمہ داری

شریعت نے اس چیز پر بھی زور دیا ہے کہ جن جانوروں کو کسی جائز غرض سے اپنے پاس رکھا ہو، ان کے حقوق اور آرام وراحت کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ .(ابو داوٗد، حديث نمبر ۱۶۹۴،كتاب الزكاة، باب فى صلة الرحم، واللفظ لهٗ، مسند احمد حديث نمبر ۶۴۹۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ جس کی خوراک اس کے ذمہ ہو، اس کو ضائع کردے (ترجمہ ختم)

اور مسلم شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ (مسلم، حديث نمبر ۲۳۵۹،كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے گناہ کے لئے یہ بات کافی ہے، کہ جس کی خوراک اس کے ذمہ ہو، اس کی خوراک کو روک دے (ترجمہ ختم)

ظاہر ہے کہ جو جانور اپنی تحویل میں ہو، اس کی خوراک کی ذمہ داری انسان پر لازم ہے، اس لئے اس کی خوراک کو روک لینا گناہ گار ہونے کے لئے کافی ہے۔

اور حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -بِبَعِيرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ :

Idara Ghufran

اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا وَكُلُوهَا صَالِحَةً (ابو داؤد، حديث نمبر ٢٥٥٠، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے، جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی، اس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ان بے زبان چوپاؤں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تو ان پر اچھی حالت میں سواری کرو، اور ان کو اچھی حالت میں کھاؤ (ترجمہ ختم)

یعنی اپنی تحویل میں موجود جانوروں کی راحت وخوراک کا بہرحال اہتمام کرو، جب تک ان پر سواری کرو، اور ان سے کام کاج لو، تو ان کے کھلانے پلانے اور راحت کا اچھی طرح خیال رکھو، اور اگر ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئے، تب بھی وہ صحت مند ہوں، اور اس طرح زندہ حالت میں بھی صحت مند ہوں، اور فوت ہوتے وقت بھی صحت مند ہوں، جن کا فائدہ بہرحال انسان کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

(كذافي مرقاة، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك، فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ١٢٠)

اور مسند احمد کی ایک لمبی روایت میں ہے کہ:

وَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ، فَمَرَّ بِبَعِيرٍ مُنَاخٍ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، ثُمَّ مَرَّ بِهِ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ عَلَى حَالِهِ، فَقَالَ " : أَيْنَ صَاحِبُ هَذَا الْبَعِيرِ ؟ "فَابْتُغِيَ فَلَمْ يُوجَدْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :اتَّقُوا اللهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ، ثُمَّ ارْكَبُوهَا صِحَاحًا، وَكُلُوهَا سِمَانًا(مسند احمد حديث نمبر ١٧٦٢٥، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ٥٤٩٠، ابن حبان حديث نمبر ٣٣٩٤)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کسی حاجت کے لئے نکلے، تو آپ دن کے اول حصے میں ایک اونٹ کے قریب سے گزرے، جو مسجد کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، پھر دن کے آخری حصے میں گزرے، تو وہ اونٹ اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا ذمہ دار کہاں ہے، اس کو تلاش کیا گیا، مگر وہ نہ مل سکا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان جانوروں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، پھر تم ان کے صحت مند ہونے کی حالت میں سواری کرو، اور ان کو موٹا کر کے کھاؤ (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اس سے معلوم ہوا کہ جانور بے زبان ہوتے ہیں، اور وہ اپنی تکلیف اور دکھ درد کا دوسرے کے سامنے انسان کی طرح اظہار نہیں کر پاتے، اس لئے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ ضروری ہے، جس میں ان کی راحت اور غذاء کا لحاظ بھی داخل ہے۔ اور جانور کو کھلانے پلانے میں کوتاہی کرنا اور اس کو ایک جگہ اس طرح باندھ جوڑ کر رکھنا، جس سے وہ اپنے اعضاء کو نقل وحرکت نہ دے سکے، یہ سخت گناہ ہے۔

مگر افسوس کہ آج کل بہت سے لوگ جانور کو اس طرح باندھ جوڑ کر چھوڑ دیتے ہیں، جس سے وہ بے چارہ غریب نہ ہل پاتا اور نہ ہی اپنے پاؤں اور دیگر اعضاء کو نقل وحرکت دے کر راحت حاصل کر پاتا، جو کہ سخت گناہ ہے۔

جانوروں کو تکلیف پہنچانا اور استطاعت سے زیادہ کام لینا

جانوروں سے متعلق شریعت کی ایک اہم ہدایت اور پاکیزہ تعلیم یہ ہے کہ جو جانور اپنے کام میں استعمال ہوتے ہیں، ان کو تکلیف پہنچانا، اور ان کی برداشت سے زیادہ ان سے کام لینا جائز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ کے ضمن میں روایت ہے کہ:

فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- حَنَّ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- فَمَسَحَ ذِفْرَاهُ فَسَكَتَ فَقَالَ : مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ . فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَقَالَ : أَفَلَا تَتَّقِي اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللَّهُ إِيَّاهَا فَإِنَّهُ شَكَى إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدْئِبُهُ . (ابو داؤد، حديث نمبر ۲۵۵۱، كتاب الجهاد، باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ انصار کے ایک آدمی کے باغ میں داخل ہوئے، تو وہاں ایک اونٹ تھا، تو اس اونٹ نے جب نبی ﷺ کو دیکھا، تو گردن کو جھکا لیا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، اور اس کے کانوں کے ساتھ ہاتھ پھیرا، جس سے وہ اونٹ خاموش ہوگیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے؟ تو ایک نوجوان انصاری آیا، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول میرا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے آپ کو مالک بنایا ہے، کیا اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس لئے کہ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے، کہ آپ اس کو تکلیف

پہنچاتے ہیں، اور اس سے مسلسل کام لیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو بے جا تکلیف پہنچانا، خواہ خوراک کے لحاظ سے ہو، یا کام زیادہ لینے اور آرام کم دینے کے لحاظ سے ہو، یہ سخت گناہ ہے۔

مگر افسوس کہ آج شریعت کی ان ہدایات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

ثَلاثَةُ أَشْيَاءَ رَأَيْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :بَيْنَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَهُ إِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيرٍ يُسْنَى عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَآهُ الْبَعِيرُ جَرْجَرَ وَوَضَعَ جِرَانَهُ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ " :أَيْنَ صَاحِبُ هَذَا الْبَعِيرِ ؟ "فَجَاءَ، فَقَالَ " :بِعْنِيهِ "فَقَالَ :لا، بَلْ أَهَبُهُ لَکَ .فَقَالَ " :لَا، بِعْنِيهِ "قَالَ :لا، بَلْ نَهَبُهُ لَکَ، وَإِنَّهُ لِأَهْلِ بَيْتٍ مَا لَهُمْ مَعِيشَةٌ غَيْرُهُ .قَالَ " :أَمَا إِذْ ذَكَرْتَ هَذَا مِنْ أَمْرِهِ، فَإِنَّهُ شَكَا كَثْرَةَ الْعَمَلِ، وَقِلَّةَ الْعَلَفِ، فَأَحْسِنُوا إِلَيْهِ "(مسندأحمد، حديث نمبر ۱۷۵۶۵)

ترجمہ: میں نے تین عجیب واقعے رسول اللہ ﷺ سے دیکھے (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) ہم آپ ﷺ کے ساتھ چلے جارہے تھے، کہ ہمارا گزر ایک اونٹ کے قریب سے ہوا، جس سے پانی کھینچا جاتا تھا (یعنی اس کو رہٹ و چرس میں چلایا جاتا تھا) جب اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا، تو بلبلانے لگا، اور اپنی گردن کا اگلا حصہ جھکالیا، تو نبی ﷺ اس کے پاس کھڑے ہوگئے، اور فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ اونٹ کا مالک حاضر ہوا، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کو مجھے بیچ دو، اس نے عرض کیا کہ نہیں، بلکہ اے اللہ کے رسول میں یہ آپ کو ھبہ کرتا ہوں، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اسے مجھے بیچ دو، اس نے دوبارہ کہا کہ نہیں ہم آپ کے لئے اس کو ہبہ کرتے ہیں، اور یہ اونٹ ایسے گھر والوں کا ہے، کہ جن کے پاس اس کے علاوہ معاش کا کوئی ذریعہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ قصہ ہے، جو تو نے ذکر کیا، تو (ہم اس کو لیتے نہیں، لیکن) اس اونٹ نے زیادہ کام لینے اور خوراک کم دینے کی شکایت کی ہے، تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو (ترجمہ ختم)

یہ دراصل حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ اونٹ نے آپ سے شکایت کی، آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا

کہ تم اس معصوم اور مظلوم اور بے زبان جانور سے کام تو زیادہ لیتے ہو، اور خوراک اس اعتبار سے نہیں دیتے، جس کی اس نے مجھ سے شکایت کی ہے۔

معلوم ہوا کہ جانور سے کام اعتدال کے ساتھ لینا چاہئے، اور محنت کے لحاظ سے اس کی خوراک کی کمیت وکیفیت کا لحاظ کرنا چاہئے۔

افسوس ہے کہ آج حضور ﷺ کی ان ہدایات پر عمل تو کیا ہوتا؟ ان کی طرف توجہ ودھیان بھی نہیں۔

جانوروں سے صبح سے شام تک نہ صرف یہ کہ مسلسل کام لیا جاتا ہے، اور انہیں آرام نہیں دیا جاتا، بلکہ جانور کے تھک کر چور ہونے کے باوجود جب کچھ جانور سے سستی ظاہر ہوتی ہے، اور اس کو تھکن کا احساس اور کچھ آرام کا تقاضا ہوتا ہے، تو بے دردی وبے رحمی کے ساتھ اس جانور کی پٹائی بھی کی جاتی ہے، نہ جانور کی بھوک کا لحاظ کیا جاتا اور نہ ہی پیاس کا، اور نہ ہی جسم کے اکڑنے اور دکھنے کا۔

گھوڑے تانگے، بیل گاڑی اور کھوتہ ریڑھی والے، اکثر اس سلسلہ میں غفلت اختیار کرتے ہیں، بعض اوقات اتنا زیادہ وزن ان کے اوپر لاد دیتے ہیں، کہ غریب جانور کی ہڈی پسلی ایک ہو کر رہ جاتی ہے، اور جب یہ بوجھ جانور سے لے کر چلنا مشکل ہوتا ہے، تو اوپر سے ڈنڈے بھی برسائے جاتے ہیں۔

حالانکہ جانور کا معاملہ انسان سے زیادہ نازک ہے، اور اس کو بے جا تکلیف پہنچانے اور بے جا مارنے پیٹنے کے بارے میں قیامت کے دن انسان سے مؤاخذہ ہوگا۔

(کذافی الفتاویٰ الهندية ، كتاب الغصب، الباب الرابع عشر ،درمختار ، كتاب الحظر والاباحة ، ردالمحتار ، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِذَا حَمَلْتُمْ فَأَخِّرُوا فَإِنَّ الْيَدَ مُعَلَّقَةٌ وَالرِّجْلُ مُوثَقَةٌ

(السنن الكبرىٰ للبيهقى، حديث نمبر ۱۱۹۹۸ ، كتاب الاجارة، باب ما يستحب من تأخير الأحمال ليكون أسهل على الجمال وغيرها، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی حدیث نمبر ۸۳۹، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۴۵۰۸، مسند البزار حدیث نمبر ۷۷۸۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۵۷۱۹،معجم ابن الاعرابی حدیث نمبر ۱۹۵۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جانور پر سوار ہو، تو پیچھے ہو کر بیٹھو (گردن کے قریب نہ بیٹھو) کیونکہ جانور کے ہاتھ (یعنی اگلے پاؤں) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، اور پاؤں

بندھ جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت زہری رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

أخروا الأحمال ؛ فإن الأيدى معلقة والأرجل موثقة (مراسیل ابی داؤد حدیث نمبر ۲۷۳،السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الاجارة، باب ما يستحب من تأخير الأحمال ليكون أسهل على الجمال وغيرها)

ترجمہ: تم جانور پر وزن کو پیچھے کرو (گردن کے قریب نہ رکھو) کیونکہ جانور کے ہاتھ (یعنی اگلے پاؤں) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں، اور پاؤں بندھ جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً اسی طرح روایت ہے۔

(ملاحظہ ہو: السنن الكبرىٰ للبيهقى، حديث نمبر ۱۱۹۹۲، كتاب الاجارة، باب ما يستحب من تأخير الأحمال ليكون أسهل على الجمال وغيرها)

مطلب یہ ہے کہ جانور پر سوار ہوتے وقت جانور کی پیٹھ کے درمیان میں بیٹھو، اوراسی طرح جانور پر وزن بھی اس کی پیٹھ کے درمیان رکھو، نہ زیادہ آگے ہو، اور نہ پیچھے، کیونکہ آگے ہونے کی صورت میں جانور کے اگلے دو پاؤں نیچے کو لٹک جاتے یعنی بوجھل ہوجاتے ہیں، اور پچھلے دو پاؤں بندھ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کو بوجھ لے کر چلنا مشکل ہوتا ہے۔

اوراحادیث میں پیچھے ہوکر بیٹھنے اوروزن ڈالنے کا ذکر اس لئے کیا گیا، کہ اس موقع پر آگے کی طرف بیٹھنا اوروزن ڈالنا دیکھا گیا تھا (كذافى فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۲۹۲)

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلاثَةً عَلَى دَابَّةٍ، فَقَالَ :الثَّالِثُ مَلْعُونٌ . (المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ۱۷۱۷۰، واللفظ لهٗ، معجم الصحابة لابنِ قانع)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے تین آدمیوں کو ایک جانور پر سوار دیکھا، تو فرمایا کہ ان میں سے تیسرا ملعون ہے (ترجمہ ختم)

اورحضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک گدھے پر تین سواروں کو جاتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا:

إِنَّا قَدْ نُهِينَا عَنْ هَذَا :أَنْ يَرْكَبَ الثَّلَاثَةُ عَلَى الدَّابَّةِ . (مصنف ابنِ ابى شيبة،

حدیث نمبر ۲۶۹۰۷، کتاب الادب، باب من کرہ رکوب ثلاثۃٍ علی الدّابّۃِ)

ترجمہ: ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ تین آدمی ایک جانور پر سوار ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت زاذان سے مروی ہے کہ:

رَأَى عَلِيٌّ ثَلاثَةً عَلَى بَغْلٍ فَقَالَ لِيَنْزِلْ أَحَدُكُمْ ,فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ الثَّالِثَ (مراسیل ابی داؤد، حدیث نمبر ۲۷۸، واللفظ لہٗ، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۲۶۹۰۸ ،کتاب الادب، باب من کرہ رکوب ثلاثۃٍ علی الدّابّۃِ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو ایک گھوڑے پر سوار دیکھا، تو فرمایا کہ تم میں سے ایک نیچے اتر جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے پر لعنت فرمائی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ بریدہ سے مروی ہے کہ:

رَآنِي أَبِي رِدْفَ ثَالِثٍ فَقَالَ :مَلْعُونٌ. (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۲۶۹۰۵، کتاب الادب، باب من کرہ رکوب ثلاثۃٍ علی الدّابّۃِ)

ترجمہ: میرے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے جانور کے اوپر تیسرا سوار دیکھا تو فرمایا کہ تیسرا ملعون ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت خالد سے مروی ہے کہ:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَرْكَبَ ثَلاثَةٌ عَلَى دَابَّةٍ . (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۲۶۹۰۳ ،کتاب الادب، باب من کرہ رکوب ثلاثۃٍ علی الدّابّۃِ)

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک جانور پر تین آدمیوں کے سوار ہونے کو ناپسند فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا ثَلاثَةٍ رَكِبُوا عَلَى دَابَّةٍ فَأَحَدُهُمْ مَلْعُونٌ . (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۲۶۹۰۴، کتاب الادب، باب من کرہ رکوب ثلاثۃٍ علی الدّابّۃِ)

ترجمہ: جو تین بندے ایک جانور پر سوار ہوں، تو ان میں سے ایک ملعون ہے (ترجمہ ختم)

تین آدمیوں کا ایک جانور پر سوار ہونا اس وقت گناہ اور باعثِ لعنت عمل ہے، جبکہ جانور میں اس کا تحمل اور

طاقت نہ ہو، اور اس کو بے جا ایذاء وتکلیف ہوتی ہو، اور اگر کوئی جانور زیادہ طاقتور اور قوی ہے، جس کی وجہ سے اسے تین سواروں کو اپنے اوپر سوار کرنے میں تکلیف وایذاء نہیں ہوتی، تو پھر گناہ نہیں ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ سے بعض موقعوں پر تین افراد کا ایک جانور پر سواری کرنا ثابت ہے۔

(کذافی فتح الباری لابن حجر، باب الثلاثة علی الدابة)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ جَالِسًا ، فَمَرَّ رَجُلٌ عَلَى بَعِيرٍ وَبَيْنَ يَدَيْهِ قَائِدٌ وَخَلْفَهُ سَائِقٌ ، فَقَالَ :لَعَنَ اللَّهُ الْقَائِدَ ، وَالسَّائِقَ وَالرَّاكِبَ (مسند البزار حديث نمبر ۳۸۳۹)

ترجمہ: نبی ﷺ تشریف فرما تھے، کہ ایک آدمی اونٹ پر گزرا، جس کے آگے ایک اونٹ کو آگے کی طرف کھینچنے والا تھا، اور ایک پیچھے سے ہکانے والا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آگے اور پیچھے والے، اور سوار تینوں پر لعنت ہے (ترجمہ ختم)

اس لعنت کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جانور کو آگے سے بھی کھینچا جائے، اور پیچھے سے بھی آگے کی طرف زور زبردستی کر کے ہنکایا جائے، یعنی جانور کو اس کی استطاعت سے زیادہ تیز چلنے پر مجبور کیا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ جانور کو بے جا تکلیف پہنچانا، اور اس کی استطاعت وحیثیت سے زیادہ کام لینا، اور اس پر اس کے تحمل سے زیادہ وزن ڈالنا اور بوجھ لادنا، یہاں تک کہ اسے استطاعت سے زیادہ تیز چلنے یا زیادہ دور چلنے پر مجبور کرنا، یہ سب اسلام کی نظر میں سخت گناہ کی باتیں، اور باعثِ لعنت حرکات ہیں۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

نفس کی نعمت، اوراس کی اصلاح کی ضرورت (قسط ۱)

یہ خطاب حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدظلہم نے مدرسہ حنفیہ اشرفیہ، فیکٹری کوارٹرز، مغل آباد، راولپنڈی میں یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰، بمطابق ۱۹/ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب علماء وطلباء کے مجمع سے فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہ' نے محفوظ اور نقل فرمایا، اب حضرت مدیر صاحب کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا و نبینا وھدینا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا. اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . وَالشَّمْسِ وَضُحَاھَا (۱) وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاھَا (۲) وَالنَّھَارِ إِذَا جَلَّاھَا (۳) وَاللَّیْلِ إِذَا یَغْشَاھَا (۴) وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاھَا (۵) وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاھَا (۶) وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاھَا (۷) فَأَلْھَمَھَا فُجُورَھَا وَتَقْوَاھَا (۸) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَکَّاھَا (۹) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاھَا (۱۰) (سورۃ الشمس آیۃ ۱تا ۱۰) صَدَقَ اللّٰہُ العلی الْعَظِیْمُ

نفسانی خواہشات کی حقیقت

میرے محترم بزرگو، علمائے کرام، حاضرینِ عظام اور میرے عزیز بھائیو! یہ میں نے سورۂ شمس کی آیتیں تلاوت کیں، اس سورۃ میں سات قسمیں ہیں، چھ قسمیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی بیان کی ہیں، اور ساتویں قسم اُس چیز کی ہے، جس کے لیے یہ ساری قسمیں کھائی ہیں، یعنی:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَا (سورة الشمس آيت نمبر ۷)

''قسم ہے نفس کی اور اُس ذات کی جس نے اُس کو درست بنایا'' اس سے مراد نفس کی اصلاح وتزکیہ ہے۔ تزکیہ یعنی نفس کی اصلاح کوئی معمولی بات نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے نفس کو درست فرمانے، اور نفس کا تصفیہ فرمانے کی صفت کے ساتھ قسم اُٹھائی ہے۔

اور پھر مزید یہ بات بھی ہے کہ نفس کو فجور اور گناہوں اور ساری بُرائیوں کا الہام پہلے ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نفس اور اس کے تصفیہ کی قسم کے بعد پہلے یہ فرمایا کہ:

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا

نفس کو اُس کی بدکرداری کا پہلے الہام ہوا، اس لیے نفس کی اصل طبیعت اور بنیاد فجور پر ہے، اسی وجہ سے ہر ایک کا نفس پہلے بُرائی کی طرف دوڑتا ہے۔

پھر نفس کو فجور کا الہام ہونے کے بعد تقوے کا الہام بھی ہوگیا کہ فجور سے بچنا بھی ہے۔

اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ کامیاب وہی ہے جو تقویٰ اختیار کرے گا، اور جو نفس کی خواہش کے ساتھ چلے گا، وہ ناکام ہوجائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

اب یہاں میں ایک بات پہلے ذکر کردوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا بنایا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ، وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (شعب الايمان، فصل فی معرفة الملائكة)

کہ میں نے اپنے ہاتھ سے آدم کی تخلیق کی، اور اُس میں اپنی روح پھونکی۔

اللہ میاں کی روح سے مراد یہ ہے کہ اللہ میاں نے اپنی ملکیت وقدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کے اندر جان ڈال دی۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پڑھانا شروع کردیا، اب استاد تو اللہ میاں اور شاگرد حضرت آدم علیہ السلام، تو پھر کیا کچھ نہیں پڑھایا ہوگا، قیامت تک کا ضروری اور مفید علم حضرت آدم علیہ السلام کو دیدیا، یہ دوسری بات ہے کہ بتدریج اُن کی اولاد میں وہ علم نظر آرہا ہے۔

اور پھر آدم علیہ السلام کو ایک نیا تحفہ دیا، حضرت حوا کو اُن کی بائیں پسلی سے پیدا کردیا، اور یہ بائیں پسلی سے

پیدا ہونے والی جس کے ساتھ موجودہ زمانہ میں گھر گھر میں بڑے مسائل بنے ہوئے ہیں، کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا، اور یہ پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے، اس کو اگر سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو یہ ٹوٹ جائے گی، اس لیے اس کو اتنا مت سیدھا کرو کہ یہ ٹوٹ جائے، بس اس کے ساتھ گزارہ کرو۔

حضرت آدم اور حوا جنت میں

اللہ میاں نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء دونوں کو کہہ دیا کہ چلو بھائی! جنت میں رہو، جو تمہارا جی چاہے، وہ کھاؤ پیو، لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا۔

لاَ تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ (سورة البقرة، آیت نمبر ۳۵)

کھانا تو بہت دُور کی بات، اللہ میاں نے کہا کہ اس کے قریب بھی مت جانا، قریب جانے سے بھی منع کردیا اب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء دونوں جنت میں رہ رہے ہیں، اس وقت تک وہ دونوں روحانی تھے، اُن کے پاس نفس نہیں تھا، نفسانی خواہش نہیں تھی۔

فرشتوں کی طرح رہ رہے ہیں، لیکن اللہ میاں نے بھی انسان کی ذات کے ساتھ بڑا عجیب معاملہ رکھا ہے، کہ ایک طرف تو یہ کہا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا، دوسری یہ کہ اُس کو کھلانا بھی مقصود ہے۔ اب شیطان نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ وہ جو آپ کو آرڈر ملا تھا، وہ For the time being (وقتی) تھا، وہ تو وقت گزر گیا، اب آپ کچھ بھی کھائیں پییں ......حضرت آدم نے کہا کہ نہیں، میں نہیں مانتا۔

اب شیطان پریشان ہوا کہ میں نے اپنے سارے دلائل دیدیے، آدم علیہ السلام متأثر نہیں ہوئے۔

پھر شیطان نے کہا کہ اچھا کھانے سے منع کیا ہے، تو آپ نہ کھائیں، حواء کھالے، ان کو کھلادیں، اگر کچھ ہوگا، تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کیا ہوا ہے؟

حضرت آدم نے کہا کہ ٹھیک ہے، اور حضرت حواء کو بھیج دیا، حضرت حواء نے کہا کہ Nothing happen، کچھ بھی نہیں ہوا......شیطان نے کہا کہ دیکھ لیا، کچھ بھی نہیں۔

اب آدم علیہ السلام نے کہا کہ بھائی یہ تو واقعی کچھ نہیں ہوا، اور یہ ٹھیک کہتا ہے کہ وہ حکم For the time being تھا، وہ وقت گزر گیا۔

تو اس طرح آدم علیہ السلام نے وہ درخت چکھا، کھایا نہیں۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۲)

چکھا ہی تھا کہ سارے اعضاء جو پوشیدہ تھے، وہ ظاہر ہو گئے۔اوراب یہ علم آدم علیہ السلام کے پاس تھا کہ یہ (شرم گاہ) چھپانے کی چیز ہے، اب اُسے چھپانے کے لیے دوڑ رہے ہیں، اور جنت کے پتے لے کر اپنا جسم ڈھانک رہے ہیں۔

جنت کے پتے اور جنت میں انسان کا قد

حضرت آدم علیہ السلام کا قد چالیس گز کا تھا، اور یہ بھی آپ کو بتادوں کہ آپ جب قیامت میں اُٹھیں گے، تو آپ کا قد اسی گز کا ہوگا، آپ کا موجودہ قد نہیں ہوگا۔ ورنہ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے کے لوگوں میں اور ہم میں بہت فرق ہوگا، ہمارا قد تو وہاں تماشا بن جائے گا، آدم علیہ السلام تو ہمیں اُٹھا کر اور چیونٹی کی طرح کان کے ساتھ لگا کر ہم سے پوچھیں گے کہ ہاں بیٹا! کیا کہہ رہے ہو؟

جنت میں میوہ منہ میں ہوگا، تو جب آپ اسی گز کے ہوں گے، اور درختوں کے پاس سے گزریں گے تو درخت کا میوہ منہ میں نہیں ہوگا، تو کہاں ہوگا؟ وہاں تو میوے سب منہ کے سامنے ہی لٹکے ہوں گے۔

جنت کے پتے، وہاں کے درخت، وہاں کے پھل ہمارے پھلوں جیسے نہیں ہیں۔

تو جنت کے میوے اور اُس کے پتے ایسے نہیں تھے کہ آدم علیہ السلام نے چھوٹا سا پتا شرم گاہ پر رکھا تھا، نہیں بلکہ وہ بہت بڑا پتا تھا، جس سے انہوں نے اپنی شرمگاہ کو ڈھکا تھا۔

بہرحال اب آدم علیہ السلام نے جب درخت کو چکھا تو اس کے بعد اب اللہ میاں ڈانٹ رہے ہیں۔

وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۲)

کہ تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ اس درخت کے قریب مت جانا، اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ دیکھو! شیطان تمہارا کُھلا ہوا دشمن ہے، اس کی بات میں مت آنا۔

خطاء پر تاویلیں کرنا شیطانی طرزِ عمل ہے

اب مسئلہ یہ آتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تو جھاڑ پڑ رہی ہے، ڈانٹ پڑ رہی ہے، اور شیطان کو جب یہ کہا کہ تم سجدہ کرو، تو اس نے کہا کہ میں نہیں کرتا......اللہ میاں نے پوچھا کیوں؟......تو شیطان نے کہا کہ:

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ، خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (سورة الاعراف، آیت نمبر ۱۲)

کہ میں تو اس سے بہتر ہوں۔

اب یہ فیصلہ وہ خود کر رہا ہے، اللہ میاں نے نہیں کہا کہ اچھی چیز کیا ہے، بُری چیز کیا ہے؟ آگ افضل ہے، یا مٹی افضل ہے؟

لیکن شیطان دلیل دیتا ہے، اور پھر دلیل دینے کے بعد جب اُس سے کہا کہ یہاں سے دفع ہو جا، نکل جا؛ تو کہتا ہے کہ:

أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (سورة الاعراف، آیت نمبر ۱۴)

مجھے قیامت تک کی مہلت دیدیں! اللہ میاں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے، اور مہلت دیدی۔

اب شیطان کہتا ہے کہ:

رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ. إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (سورة الحجر آیات نمبر ۳۹، ۴۰)

میں اس کو قیامت تک بہکاؤں گا، سوائے سے تھوڑے سے مخلصین بندوں کے، باقی سب میری تابعداری کریں گے۔

شیطان معافی نہیں مانگتا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، بلکہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس کو قیامت تک بہکاؤں گا۔

جبکہ آدم علیہ السلام کو جب اللہ میاں نے جھاڑا، تو انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی، ہاں اگر آدم کی اولاد سے پوچھو تو سترہ سو دلیلیں آپ کو لکھ کر دیدیں گے، کم سے کم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ جی جب آپ کو نہیں کھلانا تھا تو اس خانہ خمیر کو یہاں رکھا کیوں؟ اُکھاڑ کر پھینک دیں۔ نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری، ہم کھائیں گے کیا، آپ کو اگر نہیں کھلانا تو اس کو باہر پھینک دیں، ختم ہوگئی بات، مگر آدم علیہ السلام نے کچھ نہیں کہا، آدم اور حوا دونوں نے کہا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورة الاعراف، آیت نمبر ۲۳)

کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

Idara Ghufran

نفس بڑی نعمت ہے

تو معلوم یہ ہوا کہ یہ نفس جس کے لیے اللہ نے چھ قسمیں اور ساتویں قسم اُس چیز کی بھی کھائی ہے، جس کے لیے چھ قسمیں کھائی تھیں۔

یہ بہت بڑی نعمت ہے، اسی سے ساری خواہشیں پیدا ہوتی ہیں، اُچھلنا، کودنا، بھاگنا، دوڑنا، کھانا پینا، سونا جاگنا؛ جو کچھ بھی ہے، پہاڑوں پر چلنا، آسمان کی طرف چڑھنا، سب نفس سے ہے۔ اس میں اچھے پہلو بھی ہیں، بُرے پہلو بھی ہیں۔

اب یہ بات سمجھنے کی ہے کہ کوئی خواہش بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کو پورا کرنے کا شریعت میں کوئی جائز طریقہ نہ ہو، مثلاً آدمی کو شہوت ہے، اس کا جائز طریقہ یہ ہے کہ نکاح کرے، ایک کرے، دو کرے، تین کرے، چار کرے۔ لیکن زنا کرنا جائز نہیں، زنا کو حرام کیا۔ تو دراصل جتنی خراب اور نقصان دینے والی چیزیں ہیں، اُن سے اللہ میاں نے منع کیا ہے۔ خنزیر کے گوشت اور شراب کے بارے میں آج ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ خنزیر اور شراب کے اندر ہزار بُرائیاں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتادیا:

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ. وَ إِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (سورة البقرة آیت نمبر ۲۱۹)

کہ لوگوں کے لیے اس میں نفع بھی ہے، لیکن گناہ بڑا ہے اور نفع کم ہے، اسی لیے ہم نے اس سے منع کیا ہے، تو اللہ میاں نے نفس کے لیے وہی چیزیں منع کی ہیں، جن میں ہمارا نقصان ہے، فائدہ نہیں ہے۔

شراب پینے والے سے پوچھو کہ تو نے شراب پی کر کیا حاصل کیا، تو وہ کہے گا کہ ہاں دنیا میں زندگی تباہ کردی ہے؛ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ میں نے بڑا اچھا کام کیا ہے، شراب پینے والے کا سب کچھ بگڑ جاتا ہے، اس کے پھیپھڑے خراب، جگر خراب، معدہ خراب، سب کچھ خراب ہو جاتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جتنی چیزوں سے اللہ میاں نے ہمیں روکا ہے، اُن میں یہ حکمت تھی کہ وہ ہمارے لیے نقصان دہ تھیں، اور جتنی اچھی چیزیں ہیں، وہ ہمارے نفس کے لیے اللہ میاں نے کھول دیں کہ ٹھیک ہے کھاؤ، پیو۔ حلال چیزیں لاکھوں ہیں، ہر قسم کا پھل ہے، ہر قسم کے کھانے ہیں، کھاؤ کون منع کرتا ہے؟

آج آپ دیکھیں کہ کتنی قسم کے کھانے لگے ہوئے ہیں، کوئی پیزا ہٹ (Pizza Hut) ہے، کوئی کچھ؛ سترہ سو کھانے ہم نے ایجاد کرلیے، جائز ہیں، حلال ہیں، اور جو حرام چیزیں ہیں، وہ بھی بتادی گئیں ہیں۔

(جاری ہے......)

Iqra Ghufran

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۳۲)

(۱۱)......المشاکلُ الحاضرۃ فی حُرمۃ المصاہرۃ

یہ مقالہ موجودہ دور میں فقہ حنفی کے مطابق حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کی بعض صورتوں میں پیش آمدہ مشکلات اور فقہی تناظُر میں اُن کا حل، علمی وتحقیقی سلسلہ پر اہلِ علم حضرات کی آراء وتبصروں پر مشتمل ہے۔

(۱۲)......غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم

یہ مقالہ حنفی مقلد کو غیر حنفی (شافعی، مالکی، حنبلی) مسلک سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے؟ وتر کی نماز کو نفل سمجھنے والے اور دو رکعت پر سلام پھیر دینے والے امام کی اقتداء میں حنفی کے وتر کی نماز کے جواز وعدمِ جواز کی تحقیق، اور اس سلسلہ میں پائی جانے والی آراء پر مشتمل ہے۔

(۱۳)......ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق

اصطلاحِ فقہ کے اعتبار سے ضرورت وحاجت کی تعریف وتحقیق اور ان پر مرتب ہونے والے اثرات واحکام کی بحث، اس سلسلہ میں پائے جانے والی مختلف آراء کا جائزہ، اور اصطلاحی ضرورت وحاجت کے وقت اعطائے ربا واستقراض بالربح پر علمائے عصر کی آراء، علمی وتحقیقی سلسلہ پر اہلِ علم حضرات کی آراء پر مشتمل مقالہ ہے۔

(۱۴)......مالِ تجارت اور کرنسی کی زکوٰۃ کا معیار

بجواب اموالِ تجارت اور مروّجہ کرنسی کے لئے معیارِ نصاب سونا یا چاندی؟

سونے وچاندی کے نصاب کی مالیت میں موجودہ غیر معمولی تفاوت کی صورت میں اموالِ تجارت اور کرنسی میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے معیار سونا ہے یا چاندی؟ اور زکوٰۃ وصدقات کا مستحق نہ ہونے اور صدقۂ فطر وقربانی واجب ہونے کے لیے اموالِ تجارت، مروّجہ کرنسی اور حاجتِ اصلیہ سے زائد مال میں سونے کے نصاب (ساڑھے سات تولہ) کی مالیت کے برابر ہونا ضروری ہے یا چاندی کے نصاب (ساڑھے

باون تولہ) کی مالیت کا ہونا کافی ہے؟ اس سلسلے میں علماء وفقہاء کی آراء اور بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے اس سلسلے میں پیش کردہ تحلیل وتجزیے پر ایک نظر،علمی وتحقیقی سلسلہ پر اہلِ علم حضرات کی آراء وتبصرے، یہ سب مباحث اس مقالہ میں شامل ہیں۔

(۱۵)......حج میں قصرواتمام کی تحقیق

حج میں نماز کے قصر کا سبب سفر ہے، یا نسک؟ اور مسافتِ سفر کی مقدار کیا ہے؟ موجودہ دور میں منیٰ ومزدلفہ، سفر وحضر اور قصر واتمام کے اعتبار سے مکہ شہر کے تابع ہو چکے اور مکہ شہر کا حصہ بن چکے ہیں یا نہیں؟ حجاجِ کرام کا حج کے موقعہ پر، منیٰ اور مزدلفہ میں قیام کرنا مکہ میں قیام کرنا کہلائے گا؛ یا الگ الگ مواضع میں قیام کرنا قرار دیا جائے گا، اور حجاجِ کرام ان مقامات پر حج کے قیام کے زمانے میں قصر کریں گے یا اتمام؟ اس سلسلہ میں موجودہ علماء وفقہاء کی کیا آراء اور دلائل ہیں؟ نیز علمی وتحقیقی سلسلہ پر اہلِ علم حضرات کی آراء پر یہ مقالہ مشتمل ہے۔

(۱۶)......صبح صادق وکاذب اوروقتِ عشاء کی تحقیق

یہ مقالہ صبح صادق اور صبح کاذب کی تعریف وحقیقت، صبح صادق وصبح کاذب کی حدِ تام ورسومِ ناقصہ کی بحث، صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہونے کی تحقیق، فجر اور مغربِ حنفی کا وقت مساوی اور برابر ہونے اور صبح صادق اور عشائے حنفی کے سورج کے متعین زیرِ افق ہونے پر کلام، اور اس سلسلہ میں بعض اکابر کے ایک اختلاف کی وضاحت، علمی وتحقیقی سلسلہ پر اہلِ علم حضرات کی آراء پر مشتمل ہے۔

(۱۷)......حصولُ الخیر بالتضحیۃِ عن الغیر یعنی غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق

دوسرے کی طرف سے واجب یا نفلی قربانی کرنے اور اس میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت کے متعلق ''ذُو الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' جو آپ کی تصنیف ہے، میں بیان کردہ اس مسئلہ پر بعض اہلِ علم کی جانب سے توجہ دلانے پر دوبارہ تحقیق کر کے اس مسئلہ سے رجوع کیا گیا، رجوع کے بعد اس مسئلہ کی تحقیق اس رسالہ میں پیش کی گئی ہے۔

(۱۸)......وَصْلُ الشُّعُوْرِ بِصُوْرَۃِ الزُّوْرِ یعنی بالوں میں وصل کی تحقیق

اس مقالہ میں مرد وعورت کے لئے سر میں بالوں کی پیوند کاری، سرجری اور وِگ کے استعمال کا حکم اور

مصنوعی بالوں پر وضو میں مسح کرنے اور غسل میں ان کو دھونے اور اس حالت میں نماز ادا کرنے کا شرعی حکم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف اغراض کے لئے جدید وقدیم طریقہ پر بالوں کی تکثیر وتولید میں ممانعت وجواز کے علل واسباب پر بحث کی گئی ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب وعلمی وتحقیقی سلسلے زیرِ طبع ہیں:

(۱)...... جانوروں کے حقوق واحکام (۲)...... نومولود کے فضائل واحکام مع اسلامی نام (۳)...... مجنونؔ، غضبانؔ اور سکرانؔ کی طلاق کا حکم (۴)...... اصلاح العلماء والمدارس (۵)...... نماز کے فضائل واحکام (۶)...... اسلامی معاشرت کے فضائل وآداب (۷)...... نماز میں آمین کا حکم (۸)...... تحریکات کے مروَّجہ طریقے (۹)...... جماعتِ ثانیہ پر تین مقالات کا مجموعہ (اَلْجَمَاعَةُ الثَّانِيَةُ، بِالْهَيْئَةِ الْآخِرَةِ/اَلْجَمَاعَةُ الثَّانِيَة لِلْجَمَاعَةِ الْآتِيَة /اَلتَّحْقِيْقُ بِمَسْجِدِالْمَحَلَّةِ وَالطَّرِيْقِ)(۱۰)...... حاجتِ اصلیہ میں مشغول ہونے کا مفہوم (۱۱)...... الحلة الرابعة فی ضوء الحاجة الاصلية یعنی تین سے زائد جوڑوں کے ضرورت میں شامل ہونے کا حکم (۱۲)...... تین طلاق اور حلالہ (۱۳)...... فتنوں کے دور اور قربِ قیامت کی نشانیاں (جاری ہے......)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۷ ''سنت، نفل نمازیں''﴾

بہرحال دونوں میں سے جونسے طریقے پر چاہے پڑھے، بہتر ہے کہ کبھی ایک طرح پڑھے کبھی دوسری طرح تاکہ دونوں طریقوں پر عمل ہوجائے۔

اگر صلوٰۃ التسبیح میں کسی ایک رکن میں تسبیحات کا مقررہ عدد کم ہوجائے تو دوسرے رکن میں زیادہ پڑھ کر وہ تعداد پوری کرسکتا ہے اور اس سے سجدہ سہو بھی لازم نہ آئے گا، مثلاً رکوع میں دس کی بجائے آٹھ دفعہ پڑھا تو قومہ میں بارہ دفعہ پڑھ لے۔

اگر صلوٰۃ التسبیح میں سجدہ سہو لازم ہوجائے تو سہو کے سجدوں میں یہ تسبیح نہیں پڑھی جائے گی۔ صلوٰۃ التسبیح چونکہ نفل نماز ہے اس لئے جماعت سے پڑھنا جائز نہیں، نفلوں کی جماعت مکروہ ہے خواہ مرد اس کی جماعت کریں یا عورتیں اور عورتوں کا صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرنا، کرانا (جیسا کہ رمضان وغیرہ میں بعض جگہوں میں دیکھنے میں آیا ہے) یہ مزید قبیح حرکت اور غلط بات ہے، کیونکہ عورتوں کو تو فرض نماز کی جماعت کے لئے بھی مسجدوں میں آنے کا حکم نہیں چہ جائیکہ ایک نفل نماز کی جماعت کریں اور مزید خرابی یہ کہ امام بھی عورت ہو۔

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط۱۳)

تجدد واہلِ تجدد کلام اقبال کی روشنی میں (ضربِ کلیم سے انتخاب)

تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا	زناریٔ برگساںؔ نہ ہوتا ۱؎

۱؎ ضربِ کلیم کی شروعات میں یہ نظم ''ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام'' سے مرقوم ہے، جس سے واضح ہے کہ اس میں روئے سخن مغرب کے لادین فلسفوں اور فلاسفروں (نیز مستشرقین) کے ڈسے ہوئے اور مغربیوں کے ملحدانہ افکار اور مادہ پرستانہ تصورات زندگی پر ایمان لائے ہوئے جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلم نوجوانوں کی طرف ہے، مغربی نوآبادیاتی تسلط کے گذشتہ دور میں مغرب پرستی کی یہ وباء پورے عالم اسلامی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرایت ونفوذ کرگئی تھی کیا عرب، کیا عجم، ترکی، شام ومصر، ایران و ہندوستان سب لادینیت ومادیت کے اس سیلاب بلا میں غوطہ زن تھے، حالانکہ مغرب کے ان لادینی وطاغوتی فلسفوں کو تسلیم کرنا اسلام اور اسلام کے تصورات ونظریات اور تعلیمات سے انکار کے مترادف ہے کیونکہ جدید مغربی فلسفوں کے چند اہم اجزائے ترکیبی یہ ہیں (۱) زندگی، کائنات اور نظام اجتماعی کے مطالعے میں وحی کی بجائے محض عقل وخرد کو معصوم عن الخطا امام ماننا (۲) مادہ ومحسوسات کے ماوراء حقائق کا انکار اور مذاہب کے بیان کئے ہوئے غیبی وروحانی حقائق کو وہم وتخیل اور گپاوٹ وافسانہ قرار دینا (۳) حشر نشر، قیامت وآخرت اور جزاء وسزا کا انکار وغیرہ۔ ظاہر ہے جن فلسفوں کی بنیادیں ان اصولوں پر استوار ہوں اسلام کے ساتھ ان کی نسبت آگ اور پانی اور اندھیرے واجالے کی ہے۔ ان فلسفوں کا ماننے والا قومیت اور نسل کی حد تک مسلمان معاشرے کا فرد ہو تو ہو لیکن ذاتی عقیدہ وایمان (جس پر فرد کے اسلام اور اس کی نجات کا دارومدار ہے) کے اعتبار سے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ برگساں، ایک فرانسیسی فلسفی وحکیم تھا جس کے افکار ونظریات کا مغربی دنیا میں اور مغرب کے غلام مشرق میں ایک زمانے تک خوب ڈنکا بجا ہے اور اسی طرح ہیگل اٹھارہویں صدی کا معروف جرمن فلاسفر ہے، جس کے نظریات علم منطق وفلسفہ کو کچھ نئے رخ اور نئی تعبیرات وتصورات دینے اور ان کی بنیاد پر الٰہیاتی ومابعدالطبیعاتی مسائل پر بحث کرنے کے حوالے سے زور وشور سے اٹھے اور ایک دنیا اس کی مادی والحادی نبوت پر ایمان لانے کا باعث بنے۔ معجزات پر اس لادین فلسفی نے بڑی لایعنی بحثیں کرکے ان کا ابطال کرنا چاہا ہے (ان مباحث کے لئے ملاحظہ ہو سیرت النبی ج۳ سید سلیمان ندوی) اقبال مرحوم مسلم نوجوان کو احساس دلانا چاہتے ہیں، اس کے ایمان پر تازیانہ برسا رہے ہیں کہ برگساں وہیگل جیسے محروم الایمان اور مادہ پرستوں کا پجاری بننے کی ضرورت نہیں جن کو ان کا علم و دانش، عقل وخرد، فکر وفلسفہ ایک خدا کی آگاہی نہ دے سکا، روحانی غیبی حقائق کے قریب نہ لاسکا تو ایسے عقل کے ماروں کے پیچھے ہوکر کس کھائی اور کھڈے میں گرنا چاہتے ہو جبکہ قرآن جس آفاقی وسرمدی حقائق پر مشتمل کتاب تمہارے پاس ہے۔ اسلام جیسی انمول دولت تمہارے گھر کی پونجی ہے، اس روشنی اس ایمان ویقین کو دیکر کفر والحاد کی تاریکی کو خریدنا چاہتے ہو؟ جس کا انجام قرآن نے یہ بتایا ہے: اولٰئک الذین اشتروا الضلالة بالهدی فما ربحت تجارتهم وما کانوا مهتدین۔ میں اصل کا خاص سومناتی، ان دو شعروں میں بظاہر عربوں کو آئینہ دکھایا ہے، مصر وشام، عراق وتیونس وغیرہ کے ''روشن خیالوں وفلسفۂ مغرب کے پجاریوں کو خطاب کیا ہے کہ ہم برہمنوں کی اولاد ہوکر آج اسلام کی دولت پر فخر کررہے ہیں اور تم رسول ہاشمی کے ہم قوم وہم زبان ہوکر اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہو، ع شرم تو تم کو مگر نہیں آتی۔

Idara Ghufran

ہیگل کا صدف گہر سے خالی		اس کا طلسم سب خیالی
دنیا کی عشاء ہو جس سے اشراق		مومن کی اذاں ندائے آفاق
میں اصل کا خاص سومناتی		آبا میرے لاتی و مناتی
تو سید ہاشمی کی اولاد		میری کفِ خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گِل میں		پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
انجامِ خرد ہے بے حضوری		ہے فلسفہ زندگی سے دوری
دین مسلکِ زندگی کی تقویم		دیں سترِ محمد و براہیم
''دل در سخنِ محمدی بند		اے پورِ علی زبو علی چند''

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں		ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق [۱]
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب		کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم [۲]		کیا ہے جس کو خدا نے دل و نظر کا ندیم

[۱] مغرب کے ذہنی غلام نئے تعلیم یافتہ، روشن خیال طبقہ کا یہ ملحدانہ وزندیقانہ وطیرہ رہا ہے اور اب بھی ہے کہ انہوں نے مغربی فکر وفلسفہ کو اصل مان کر قرآن کی آیات ونصوص کو ان کے تابع کرنا چاہا ہے، اور اسلامی اصول وتعلیمات میں تحریف کر کے، ان کو توڑ مروڑ کر مغربی فکر ونظریہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کو یہ طبقہ اسلام کی بڑی خدمت سمجھتا ہے۔ اس طرح بزعم خویش اسلام کی مرمت کرتے رہتے ہیں (اعاذ اللہ عن شرورہم بیضۃ الاسلام) سرسید کی تفسیر احمدی اس کا ایک نمونہ ہے جس پر ہم پیچھے بحث کر چکے ہیں۔ آج کل ''بئس الورد المورود'' والے غامدی صاحب اور ان کی پوری کمپنی، انڈیا کے وحید الدین خان، اور اس قماش کے دیگر روشن خیال تحریف وتلبیس کے اس مشن کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ مغرب کے ان ذہنی غلاموں کی پست فطرتی کا اندازہ ذرا اس مثال سے لگائیں کہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء جب سامنے آیا (جو آج خود اہل مغرب کے نزدیک غلط وباطل ثابت ہو چکا ہے) تو ہندوستان کے ایک روشن خیال نے قرآن کے نصوص وآیات متعلقہ تخلیق آدم علیہ السلام کو نظریہ ارتقاء پر یوں منطبق کیا کہ ہو سکتا ہے وہ پہلا بندر جو انسان بنا ہو حضرت آدم علیہ السلام ہوں **(نعوذ باللہ من ھٰذہ الھفوات)**

[۲] وہ علم جو قلب کی گہرائیوں سے ابلتا ہے اور نفسانی آلائشوں اور مادی کثافتوں سے پاک ہوتا ہے، داخلی طور پر روح کی پنہائیوں سے جس کے سوتے پھوٹتے ہیں اور خارجی طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تعلیمات جس کی تائید وتصدیق کرتی ہیں ایسا علم انسان کو خدا شناسی بھی عطا کرتا ہے خود شناسی بھی عطا کرتا ہے، ایک طرف اسے توحید کا پرستار بناتا ہے تو دوسری طرف اس فانی عالم، اس بے ثبات دنیا کی ناپائیداری کا نقش اس کے دل میں بٹھاتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم ملا تھا اور ہر زمانے میں بہت سے راست باز انسانوں اور سلیم الفطرت لوگوں کو اس میں سے کوئی حصہ ملتا ہے، سیرت کی کتابوں میں ہم پڑھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کچھ لوگ (جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) ایسے تھے کہ کبھی شراب نہیں پی، زنا نہیں کیا، قتل نہیں کیا، بتوں کے آگے سجدہ نہیں کیا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک	دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم
وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں	تجلیات کلیم و مشاہدات حکیم

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے	دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر ۱؎

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ایسے لوگوں کا قلب صافی اور روح مجلّٰی ہوتی ہے۔ انبیاء پر السابقون الاولون کے درجہ میں ایمان لانے والے اسی طبقہ کے افراد ہوا کرتے تھے، انبیائے کرام کی دعوت وتعلیمات ان کو اپنے دل کی آواز محسوس ہوتی تھی، جس پر وہ ایسے لپک کر آتے جیسے پیاسا پانی پر۔ ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اللہ تعالیٰ سے ایسی سلیم الفطرتی مانگنی چاہئے اس کے نتیجے میں ہدایت کا حصول آسان ہو جاتا ہے، ہدایت سات پردوں میں لپٹی ہو تو بھی ایسی سعید روحوں کی اس تک بالا خر رسائی ہو ہی جاتی ہے۔ باقی عقل وخرد اور فکر وفلسفہ اور جدت پسندی وروشن خیالی کے نام پر شور وغوغا مچانے والے لوگ زیادہ تر نفس و ہویٰ کے بندے، حرص و ہوس کے پجاری، ہوا کے رخ پر چلنے والے اور مادی طاقتوں کا کلمہ پڑھنے والے ہوتے ہیں۔ یونانیوں کے علوم کا شہرہ وتسلط تھا تو وہ ان کا کلمہ پڑھتے تھے۔ اٹھارہویں صدی کے بعد مغربی قوموں کا تسلط اور ان کے فکر وفلسفہ اور تہذیب وثقافت کا عروج ہوا تو ان کا کلمہ پڑھنے لگے، معلوم ہوا کہ محض عقل وخرد اور فکر وفلسفہ انسان کو ابدی وسرمدی حقائق سے روشناس نہیں کرا سکتے، کیونکہ فکر وفن اور عقل وخرد خود نفس ونفسانیت کے ہاتھوں یرغمال بن جاتے ہیں اور نفس تو ایسی چیز ہے کہ خود شیطان کو بھی اس کے نفس نے ہی ورغلایا اور بغاوت وسرکشی پر اُکسایا، تو جو فکر وفلسفہ اور عقل وخرد نفس کا غلام ہو، وہ اپنی بے بصیرتی اور بے توفیقی پر خود کافی گواہ ہے ''بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ، ولوالقیٰ معاذیرۃ'' (الایۃ۔ القیامۃ)

۱؎ یہ نظم مسیلمہ پنجاب، انگریز کے خود کاشتہ پودے، مرزا غلام افرنگ قادیانی اور مرزا بشیر الدین اور باقی قادیانی ذریت کے بارے میں ہے۔ انگریز نے اس جعلی نبوت کا ڈرامہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹانے اور جہاد کے شرعی حکم میں تحریف کرنے کے لئے رچایا تھا کیونکہ سید احمد شہید علیہ الرحمہ اور ان کی جماعت کی جہادی مساعی اور ان کی شہادت کے بعد ان کے جانشینوں مجاہدین یاغستان اور علمائے صادق پور کی عزیمت وقربانی کی لہو رنگ تاریخ اور ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی آزادی وطن کیلئے جہاد اور شجاعانہ کارناموں سے انگریز اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد زندہ ہے یہ کبھی ہمیں چین سے حکومت کرنے نہیں دیں گے اور نظام سامراجیت کے لئے مسلسل خطرہ کی گھنٹی اور خطرے کی تلوار بنے رہیں گے، اب وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جہاد کا حکم نصوص قطعی پر مبنی اور قرآن سے پوری شدومد کے ساتھ ثابت ہے اور اللہ کے احکام کو کوئی نبی ہی وحی سے منسوخ کرسکتا ہے، کوئی امتی حکم الٰہی کو نہیں بدل سکتا، اس کے لئے انہوں نے جھوٹی نبوت کا ڈول ڈالا، اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کی تشہیر کی۔ تو چونکہ اس جھوٹی نبوت کی تشکیل ہی انگریزوں کو مذہبی سپورٹ مہیا کرنے اور جہاد کی لٹکتی ہوئی تلوار کو انگریزوں کے سروں سے اٹھانے کے لئے ہوئی تھی، اس لئے مرزا ملعون کی ساری مساعی اسی مشن کے گرد گھومتی رہیں، اقبال مرحوم نے اس نظم میں ایک اچھوتے انداز سے انگریزی نبوت کا محاسبہ کیا ہے اور اس نبوت کے متولیوں یعنی انگریزوں کو بھی آئینہ دکھایا ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے تو دین کی سربلندی، طاغوتیت کی شکست وریخت اور اپنے ملک وملت کے تحفظ و دفاع اور آزادی جیسے مقدس مقاصد کے لئے بھی جہاد منع ہو، جبکہ انگریزوں کو پوری دنیا پر اپنا تسلط جمانے کے لئے خون کے دریا بہانا جائز ہوں، انگریزی نبی انگریزوں کی اس خون آشامی پر کیوں مہر بلب ہیں ان پر انگریزوں کی، مغربی قوموں کی لذت درندگی کی مذمت وممانعت کے لئے کوئی وحی کیوں نہیں آتی؟ ساری وحی خود مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو انگریزوں کا دست بستہ غلام بنانے کیلئے آتی ہے؟ غالباً یہ پہلی جنگ عظیم کے قریب کا زمانہ ہے، جس میں مغربی قوموں کی خون آشامی تخریب وفساد اور عالمگیر دہشت گردی اور غارت گری نہایت وسیع پیمانے پر سامنے آئی، اس لئے یورپ کی اس جنگ کی اصلیت بھی آشکارا کی ہے، نظم ذرا پھر ملاحظہ کریں ان سطور بالا کے پس منظر میں اس کا تیکھا پن مشاہدہ کریں۔ شیخ کلیسا نواز کی تعبیر پر غور کریں۔ یہ انگریز کا ''پھٹو'' جیسے معروف جملے کی مہذب اور ادبی تعبیر ہے۔

لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟		مسجد میں یہ وعظ ہے بے سود بے اثر
تیغ و تفنگ دست مسلماں میں ہے کہاں		ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل		کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر
تعلیم اس کو چاہئے ترکِ جہاد کی		دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کی فال وفر کی حفاظت کے واسطے		یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے		مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات		اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

ترا وجود سراپا تجلّیٔ فرنگ		کہ تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر [1]
مگر یہ پیکرِ خاکی خودی سے ہے خالی		فقط نیام ہے تو زرنگار و بے شمشیر

[1] مغربی تعلیم اور لادینی فلسفہ وفکر کی بھٹی سے گزر کر اور مادیت وذہنی مرعوبیت کے سانچوں میں ڈھل کر نکلنے والی مسلمان نسل سے خطاب ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان مغرب کی غلامی میں ترقی کے کیسے ہی درجے پر پہنچ جائے اقبال کی نظر میں وہ غلام ہے اور انگریزیت و مغربیت میں وہ جتنی ترقی کرتا جائے گا امت کی بدنصیبی اور سیہ بختی میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا اور اسلام کے آفاقی مقاصد پر زد پڑتی جائے گی۔

اہلِ علم اور اربابِ مدارس کے لئے نادر تحفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہٗ

مدیر ماہنامہ ''العصر'' پشاور کے عمیق فکر ونظر اور گوہر بار قلم سے لکھے گئے منتخب اداریوں کا مجموعہ

صدائے عصر

ماہنامہ ''العصر'' کے بہترین، دلنشین اور مفصل جائزے اور تبصرے

العصر اکیڈمی: جامعہ عثمانیہ، پشاور فون: 091-5273561 موبائل: 0300-5886402

Idara Ghufran

پیارے بچو! ابوفرحان

علم کی دولت

پیارے بچو! علم بہت بڑی دولت ہے، ہمارے بزرگوں کو پہلے زمانے میں علم حاصل کرنے کے لئے بہت تکلیفیں اٹھانا پڑتی تھیں، دور دراز کے سفر کرنے پڑتے تھے، اور سفر بھی پیدل ہوتا تھا یا پھر گھوڑوں خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سفر کئے جاتے تھے، کئی کئی مہینے کا سفر کر کے علم حاصل کرنے کے لئے استادوں کے پاس جانا پڑتا تھا۔

پیارے بچو! ہمارے بزرگوں نے مشقتیں اٹھا کر تعلیم حاصل کی اور پھر اس کو ہمارے لئے عام کیا۔ آج کل تو ہمارے لئے بہت آسانیاں ہیں، شہر شہر اور قریہ قریہ سکول اور مدرسے کھلے ہوئے ہیں، جہاں پر تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت)

پیارے بچو! علم کے بغیر ہم لوگ کوئی بھی کام بہتر طریقہ سے انجام نہیں دے سکتے، کیونکہ اچھے اور برے عمل کا پتہ ہمیں علم کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے، خصوصاً اللہ تعالیٰ کی پسند ناپسند اور جائز و ناجائز کو جاننا ایک مسلمان کے لئے انتہائی ضروری ہے، تاکہ وہ ناجائز کاموں سے بچ کر جائز کام کر سکے، اس کے لئے بقدرِ ضرورت شریعت کے احکام کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

پیارے بچو! بہت پرانے زمانے کی بات ہے، ایک عابد رات دن پہاڑ کے ایک غار میں عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ ہر وقت صرف اللہ اللہ کیا کرتے۔ پڑھے لکھے تو تھے نہیں نہ ہی کسی بزرگ سے تعلق قائم رکھا، بس جو دل میں آتا اس پر عمل کر لیا کرتے، ایک مرتبہ ان کو خیال آیا کہ جب ایک آنکھ سے کام چل سکتا ہے تو دوسری آنکھ استعمال کرنا فضول ہے۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنی ایک آنکھ پر پٹی باندھ لی۔ اسی طرح ایک مرتبہ ان کی طبیعت میں خوشبو استعمال کرنے یا خوشبو سونگھنے کا تقاضا پیدا ہوا، تو انہوں نے گندگی کی بدبودار بتی بنا کر ناک میں لگالی، اس سے مقصد نفس وطبیعت کو سزا دینا تھا، کہ اس نے خوشبو کی خواہش کیوں کی، گویا کہ طبیعت کی ایسی جائز یا مباح خواہشات کو بھی وہ خدا پرستی اور زہد کے خلاف سمجھتے تھے، اور عبادت میں مصروف ہو گئے، نہ اچھا کھاتے پیتے تھے، نہ کبھی کسی سے ملتے جلتے تھے، بس ہمیشہ غار کے اندر ہی رہتے تھے۔

پھر اُس جنگل سے کسی بزرگ کا گذر ہوا۔ اُن بزرگ نے دیکھا کہ یہاں جنگل بیابان میں ایک عابد رہتے ہیں، سوچا کہ ضرور کوئی پہنچے ہوئے اللہ کے ولی ہونگے ...... تو اُن کا دل چاہا کہ ان اللہ کے ولی سے ملاقات

کرنی چاہیئے۔انہوں نے غار میں جا کر دیکھا کہ ان بزرگ کے ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور ناک پر نجاست لگی ہے۔سلام دعا کے بعد انہوں نے سوال کیا،آپ نے ایک آنکھ کیوں باندھی ہوئی ہے؟ کیا کوئی چوٹ لگی ہے؟ اور یہ ناک میں کیا لگایا ہوا ہے؟

یہ سن کر ان عابد صاحب نے جواب دیا کہ چونکہ ایک آنکھ سے گذارا ہو جاتا ہے،اس لئے میں نے دوسری آنکھ پر پٹی باندھ لی ہے اور میرے نفس نے مجھ سے خوشبو سونگھنے کی خواہش کی تھی اس لئے میں نے ناک میں بدبو دار بتی لگا دی ہے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے پوچھا کہ آپ نے یہ حالت کب سے بنائی ہوئی ہے؟

اس عابد نے بتایا کہ بہت عرصہ ہو گیا،اور اسی حالت میں میں اس غار میں عبادت کر رہا ہوں۔ یہ سن کر ان بزرگ کو بہت صدمہ ہوا اور وہ بولے اللہ کے بندے اول تو اللہ تعالیٰ نے جب خود دو آنکھیں دیکھنے کے لئے دی ہیں (چاہتے تو ایک آنکھ دیتے) تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اس نعمت کو جائز موقعوں پر استعمال کرے، پس تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کر! کیونکہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو آنکھوں کی نعمت سے محروم ہیں اور دیکھ نہیں سکتے ، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور پسند ناپسند کا علم شریعت سے ہوتا ہے،اور نبی کے طریقے سے ہوتا ہے،تو شریعت میں کہیں اس کی تعلیم نہیں دی گئی،اور نہ نبی پاک ﷺ نے یہ طریقہ بتایا ہے، کہ آدمی اللہ کی اس نعمت کا یہ حشر کرے۔

اور یہ نجاست جو ناک میں چپکا رکھی ہے،تو یہ بھی محض جہالت اور اپنے اعمال وعبادت کو برباد کرنے والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تو جسم کا، کپڑوں کا اور جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔تو نے اپنی زندگی کا اتنا عرصہ ضائع کر دیا،اب اللہ سے توبہ کر اور اس پورے عرصہ کی نمازوں کی قضا کر......اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر،عبادت کرنے کے لئے بھی مسائل کا علم حاصل کرنا ضروری ہے وہ کسی اللہ والے سے سیکھ،تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ آجائے۔

یہ سن کر وہ عابد بہت شرمندہ ہوا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے ان بزرگ سے علم حاصل کرنے لگا۔

پیارے بچو! دیکھو بغیر پڑھے لکھے اور علم حاصل کئے اس عابد کو کیا ملا؟

اس کی جوانی اور عمر خراب ہو گئی۔اس لئے خوب دل لگا کر پڑھائی کرو کیونکہ بڑے ہو کر انسان کھانے کمانے کے جھنجھٹوں میں پھنس جاتا ہے اور پھر تمام زندگی علم حاصل نہیں کر پاتا......اس لئے وقت کی قدر کرتے ہوئے خوب محنت کر کے پڑھ لکھ کر آگے بڑھو! کیونکہ جاہل آدمی کی کوئی عزت اور وقعت نہیں ہوتی اور آپ کو بڑے ہو کر ملک و قوم کی خدمت کرنا ہے،اور اپنے دین کو دنیا میں سر بلند کرنا ہے،جس کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

گھر میں مدرسہ

معزز خواتین! بزرگوں کا فرمانا ہے کہ مدرسہ تعلیم وتعلم یعنی سیکھنے سکھانے کا نام ہے جہاں بھی دو یا دو سے زیادہ افراد اس ارادے سے جمع ہو جایا کریں جن میں سے بعض سیکھنے والے اور بعض سکھانے والے ہوں اور سیکھنے سکھانے کا سلسلہ شروع کر دیں وہی مدرسہ ہے۔ انہیں میں سکھانے والا یا سکھانے والی استاد یا استانی ہے اور سیکھنے والا یا سیکھنے والی طالب علم یا طالبہ علم ہے۔ بزرگوں کا فرمانا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو دین کی ایک بات بھی سکھا دے تو وہ اس کا استاد ہے۔ جب اس کا درجہ استاد کا ہے تو ظاہر ہے کہ سیکھنے والا اس کا شاگرد ہے اور جہاں استاد شاگرد جمع ہو کر دین سیکھنے سکھانے میں مشغول ہوں وہی مدرسہ ہے۔

دارالعلوم دیوبند جو ام المدارس (یعنی تمام مدارس کی ماں) ہے۔ اور جس کا علمی فیض اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اہل حق علماء کرام کے جاری کردہ چھوٹے بڑے بے شمار مدارس میں سے شاید ہی کوئی مدرسہ ایسا ہوگا جس کے اساتذہ کی سند کا سلسلہ اس عظیم الشان درسگاہ تک نہ پہنچتا ہو لیکن اتنے بڑے مدرسے کا آغاز بالکل سادہ اور غیر رسمی طور پر اس طرح ہوا تھا کہ ایک انار کے درخت کے نیچے ایک استاد اور ایک شاگرد نے سیکھنے، سکھانے کا عمل شروع کیا ان استاد شاگرد نے یہ عمل کچھ ایسے اخلاص سے شروع کیا کہ بظاہر اس معمولی سے عمل کی برکت سے علم دین کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی۔

اے خاتونِ خانہ! اگر آپ اردو میں لکھی ہوئی کتابیں پڑھ لیتی ہیں اور تھوڑا غور وفکر کر کے اردو میں لکھے ہوئے شرعی مسائل کو سمجھ لیتی ہیں تو آپ کئی چھوٹی بچیوں (خواہ وہ آپ کی اپنی بیٹیاں، بہنیں، بھاوجیں، نندیں، دیورانیاں، بھتیجیاں، بھانجیاں وغیرہ ہوں یا اڑوس پڑوس کی بچیاں ہوں ان) کو دین کی کافی ساری ضروری اور عملی زندگی میں کام آنے والی باتوں سے روشناس کرا سکتی ہیں انہیں سکھا کر ان کی اچھی تربیت کر کے اپنے لئے ایک صدقۂ جاریہ کا سلسلہ شروع کر سکتی ہیں۔

روزانہ، پندرہ منٹ، آدھ گھنٹہ ایک گھنٹہ یا حسب سہولت وفرصت اس سے زیادہ وقت صرف کر کے آپ بآسانی غیر رسمی طور پر اپنے گھر میں مدرسہ کھول سکتی ہیں۔

اور بڑی عورتوں کو بھی حکمت وبصیرت کے ساتھ موقع شناسی و مزاج شناسی سے کام لیتے ہوئے ان کے کانوں میں بھی دین کی باتیں ڈال سکتی ہیں۔بس اسی کا نام تعلیم ہے اور اگر کچھ بچیاں یا بڑی عورتیں آپ سے سیکھنا شروع کر دیں تو اسی کا نام تعلم (سیکھنا) ہے لیجئے اپنے گھر میں ہی مدرسہ شروع ہو گیا۔

اور اگر آپ اردو میں لکھی ہوئی کتاب خود سے نہیں پڑھ سکتیں تو کسی پڑھی لکھی اپنی ہم عمر یا اپنے سے چھوٹی لڑکی (خواہ اپنی بیٹی، بہو، بھانجی، بھتیجی ہو یا کوئی اور اس) سے درخواست کر کے روزانہ کسی دینی کتاب کا کچھ حصہ سن کر محفوظ رکھ سکتی ہیں بس اسی کا نام تعلم یعنی سیکھنا ہے اور تعلیم و تعلم یعنی سیکھنے سکھانے کا یہی دو طرفہ عمل جہاں انجام دیا جائے وہی مدرسہ ہے۔

علم سے مقصود عمل ہے

معزز خواتین! ہماری پیدائش کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے ان احکام کا علم حاصل کریں لیکن بہت سارے احکام ایسے ہیں جن کا ہمیں علم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے (مثلاً روزانہ کی پانچ نمازوں کا فرض ہونا، رمضان کے روزوں کا فرض ہونا، زکوٰۃ کا فرض ہونا، نامحرموں سے پردے کا ضروری ہونا، ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کا ضروری ہونا، والدین اور شوہر کی جائز باتوں میں ان کی اطلاعت کرنے کا مطلوب ہونا وغیرہ وغیرہ) لیکن اس کے باوجود ہمارا عمل ان احکام پر نہیں ہے۔بقول شاعر

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس لئے فقط احکام ومسائل کی مستند کتابوں کا پڑھنا پڑھانا یا سادہ الفاظ میں سننا سنانا کافی نہیں بلکہ فضائل اور وعظ و نصیحت کی مستند کتابوں کا پڑھنا پڑھانا یا سننا سنانا بھی از حد ضروری ہے تاکہ دل میں اپنی اصلاح کرنے اور دینی احکام پر عمل کرنے کا جذبہ بیدار رہے۔

اس لئے اپنے آپ کو اور اپنے گھر کے دوسرے افراد کو دینی احکام پر عمل پیرا رکھنے کے لئے گھر میں یومیہ بنیادوں پر فضائل ومسائل کی مستند کتابوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا ضروری ہے۔

گھر میں سیکھنے سکھانے کا عمل شروع کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے چوبیس گھنٹوں میں سے کوئی ایسا وقت منتخب کیا جائے جس میں گھر کے

تمام افراد کا یکسوئی سے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھنا آسانی ممکن ہو اس سلسلے میں گھر کے تمام افراد سے رائے بھی لی جاسکتی ہے اور باہمی مشاورت سے کوئی وقت طے کیا جاسکتا ہے۔اور اگر کسی ایک وقت میں تمام افراد کا مل بیٹھنا مشکل ہو تو جس وقت میں گھر کے اکثر افراد جمع ہو سکتے ہوں اس وقت کا انتخاب کر لیا جائے۔اسی طرح اگر روزانہ ایسا وقت نکلنا مشکل ہو تو ایک دن چھوڑ کر یا دو دن چھوڑ کر ہر تیسرے یا چوتھے دن کا معمول بھی بنایا جاسکتا ہے۔اور اگر ایسا بھی نہ ہو سکتا ہو تو ہفتے میں ایک دن کوئی وقت طے کرنا مشکل نہیں۔

وقت طے ہو جانے کے بعد اسی مقررہ وقت پر روزانہ یا تیسرے روز یا ہفتہ وار معمول بنا کر گھر کا ایک فرد فضائل و مسائل کی کوئی مستند کتاب اونچی آواز سے پڑھے اور دوسرے افراد سنیں [۱]۔

اور اگر کوئی سننے پر آمادہ نہیں یا کوئی خاتون گھر میں اکیلی ہوتی ہو تو اسے فضائل و مسائل اور وعظ و نصیحت کی مستند کتاب کا خود سے مطالعہ میں رکھنا بھی انتہائی مفید ہے۔

ایک ضروری بات

گھر میں تعلیمی سلسلہ جاری کرنیوالی خواتین کیلئے یہ بات ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے کہ ہر وقت سب سے زیادہ اپنے آپ کو ہی اصلاح کا محتاج سمجھیں کبھی بھی یہ خیال دل میں نہ لائیں کہ وہ دوسروں کی اصلاح کے واسطے یہ سلسلہ شروع کر رہی ہیں۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ہمیشہ مستند کتاب کا عام فہم اور مستند حصہ ہی مطالعہ کریں اور دوسروں کو سنائیں، اس کے انتخاب کیلئے مستند اہلِ علم حضرات سے مشاورت و رہنمائی حاصل کرتی رہیں۔

وفقکم اللہ تعالیٰ

---

[۱] چند مستند کتابوں کے نام گذشتہ شمارے میں تحریر کئے جا چکے ہیں ان میں سے بعض کتابیں فضائل و مسائل دونوں پر مشتمل ہیں مثلاً بہشتی زیور اور ان کے علاوہ فضائل و مسائل کی چند مستند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی تصنیف کردہ کتب میں سے بارہ مہینوں کے فضائل و احکام سے متعلق کتابیں، اور مزید یہ کتابیں:

شادی کو سادی بنایئے، مرد و عورت کی نماز میں فرق کا ثبوت، بکرے کے صدقہ کا شرعی حکم، مشورہ و استخارہ کے فضائل و احکام، حسن معاشرت، حسن اخلاق، ایمان و عقائد بدعات و رسوم، وساوس اور ان کا علاج، کھانے پینے کے آداب، حضور ﷺ کا خواتین کو اہم خطاب، ایصال ثواب کے فضائل و احکام، پندرہ سورتیں و مسنون دعائیں، زکاۃ و صدقات واجبہ کے فضائل و احکام، درود و سلام کے فضائل و احکام اور پیارے بچو!۔اور مفتی ابو صفوان صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''مغربی جدت پسندی اور الہدیٰ انٹرنیشنل''

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل　　　ادارہ

مغرب کے مستحب اور جائز ومکروہ اوقات کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

مغرب کی نماز کا مستحب اور افضل وقت غروب کے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے، اور مکروہ وقت کب ہوتا ہے؟

اور مغرب کی اذان کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعات نفل پڑھنا کیسا ہے؟

کیونکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے، اور احادیث سے ثابت ہیں۔

مفصل ومدلل جواب سے مستفید فرمائیں۔　　جزاکم اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

مغرب کی نماز کا وقت بالاتفاق سورج کے غروب ہونے پر شروع ہوجاتا ہے۔

اور احادیث میں مغرب کی نماز کو جلد از جلد ادا کرنے کی ترغیب آئی ہے، اور حضور ﷺ نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مغرب کی نماز غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر ادا کرنا اور اس کی ترغیب وفضیلت ثابت ہے۔

اور مغرب کی نماز کو تاروں کے خوب چٹکنے اور چمکنے تک مؤخر کرنے پر احادیث میں وعید بیان کی گئی ہے۔

اس قسم کی احادیث وروایات اور آثار کی روشنی میں جمہور امت کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز جلد از جلد پڑھنا مستحب وافضل ہے۔ [1]

دوسری طرف احادیث میں اذان واقامت کے درمیان کچھ مہلت اور وقفہ کا بھی ذکر ہے۔ [2]

---

[1] وأجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن التعجيل بصلاة المغرب أفضل وكذلک نقول (الاوسط لابن المنذر، تحت حديث رقم ۹۹۳)

[2] عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بَلَالُ، اجْعَلْ بَيْنَ أَذَانِكَ وَإِقَامَتِكَ نَفَسًا يَفْرُغُ الْآكِلُ مِنْ طَعَامِهِ فِي مَهَلٍ، وَيَقْضِي الْمُتَوَضِّئُ حَاجَتَهُ فِي مَهَلٍ" (مسند احمد حديث نمبر ۲۱۲۸۵، واللفظ لهٗ، المسند للشاشي حديث نمبر ۱۴۲۴)

وروى هذا الحديث بالفاظ اخر عن جابر في مستدرک حاکم رقم الحديث ۷۳۲، وسنن البيهقي رقم الحديث ۲۳۷۴، والضعفاء الكبير للعقيلي رقم الحديث ۱۲۳۳.

وعن ابى هريرة فى سنن البيهقي رقم الحديث ۲۰۹۱، والكامل لابنِ عدى ج۶ ص ۴۵۲، ۴۵۳.

وقال الالباني:

قلت: و هذا هو الذى أراه أنه حسن لأن طرقه - إلا الثالث منها ليس فيها ضعف شديد. و الله أعلم. (السلسلة الصحيحة للالباني تحت حديث رقم ۸۸۷)

نیز احادیث میں اذان کے بعد کی دعا کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔

ان تمام احادیث وروایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے افضل یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مغرب کی اذان دی جائے ،اوراذان کے بعد کی مسنون دعا کے بقدر وقفہ کر کے مغرب کی نماز کھڑی کی جائے۔

اذان کے بعد کی مسنون دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ . [۱]

اوراذان واقامت کے درمیان دورکعت پڑھنے کی مقدار کے برابر وقفہ کرنا افضل کے خلاف ہونے کے باوجود فی نفسہٖ جائز ہے، کیونکہ اس میں اگرچہ افضل درجہ کی کسی قدر خلاف ورزی پائی جاتی ہے، مگر کسی قسم کی کراہت وخرابی لازم نہیں آتی، نیز بعض اوقات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مغرب کے فرضوں سے پہلے مخصوص شرائط کے ساتھ دورکعت پڑھنا بھی ثابت ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اوراس سے زیادہ تاخیر کرنا بشرطیکہ تارے کثرت سے نہ چٹکنے اور چمکنے لگیں، مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ اس میں احادیث میں مذکور جلدی کی ترغیب کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

اورتارے کثرت سے چٹکنے اور چمکنے تک بلاعذر تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس قدر تاخیر پر احادیث میں وعید آئی ہے۔

(کذافی عمدة القاری للعینی، کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر ،المحیط البرهانی، کتاب الصلاة، باب الاذان، نوع آخر فی الفصل بین الاذان والاقامة ،البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الاذان،ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۹،الهندیة ج ۱ ص ۵۷،العنایةشرح الهدایة،باب الاذان)

آگے اس مسئلہ کو احادیث وروایات کی روشنی میں کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

مغرب کی نماز کا مستحب وافضل وقت

احادیث وروایات میں مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے کی بہت زیادہ ترغیب وتاکید آئی ہے، اور حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول بھی مغرب کی نماز بلا تاخیر جلدی پڑھنے کا تھا۔

اس سلسلہ میں واردشدہ چند احادیث وروایات اور آثار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

---

[۱] بخاری ، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجة، مسند احمد. ورواه البیهقی باضافة "انک لاتخلف المیعاد"

ملحوظ رہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے اذان اور اقامت کے درمیان میں تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھ سکنے کی مقدار کے برابر وقفہ کرنے کو افضل قرار دیا ہے، اور یہ وقفہ مسنون دعا کے بقدر ہی بنتا ہے۔ اس لئے ہم نے حدیث سے ثابت شدہ معیار سے اس کو تعبیر کردیا ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ(بخاری حدیث نمبر ۵۲۸)

ترجمہ: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب سورج پردے میں غائب (یعنی غروب) ہوجاتا تھا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.(مسلم حدیث نمبر ۱۴۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب سورج غروب ہوجاتا تھا، اور پردے میں (یعنی اُفق کے نیچے) چھپ جاتا تھا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں پوری وضاحت اس طرح سے آئی ہے:

أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى المغرب ساعة تغرب الشمس إذا غاب حاجبها (مسند عبد بن حميد حديث نمبر ۳۸۹، واللفظ لهٗ،الاوسط لابن المنذرحديث نمبر ۹۹۳)

ترجمہ: نبی ﷺ مغرب کی نماز سورج غروب ہوجانے کے وقت پڑھا کرتے تھے، جبکہ سورج کا کنارہ غائب ہوجاتا تھا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد جلدی پڑھا کرتے تھے۔ اس قسم کی اور بھی بے شمار احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی عادت اور معمول سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر جلدی نماز پڑھنے کا تھا۔ [۱]

اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ نَزَلَ جِبْرِيلُ -صلى الله عليه وسلم- فَأَخْبَرَنِى بِوَقْتِ الصَّلاَةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ

---

[۱] وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَاتَرَتِ الشَّمْسُ بِالْحِجَابِ(شرح معانی الآثار، كتاب الصلاة ، باب مواقيت الصلاة)

مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ .يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلاَةِ فَيَأْتِى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّى الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ (ابوداؤد حديث نمبر ۳۹۴، كتاب الصلاة، باب فى المواقيت،واللفظ لهٗ، سنن دارقطنى حديث نمبر ۱۰۰۰، صحيح ابنِ حبان حديث نمبر ۱۴۴۹)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے،اورانہوں نے مجھے نماز کے وقت کی خبر دی، میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی،، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی،، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے پانچ انگلیوں سے پانچ نمازوں کوشمار کرایا۔اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ظہر کی نماز سورج کے زوال ہونے پر پڑھی، اور بہت سی مرتبہ تاخیر سے پڑھی، جبکہ گرمی کی شدت تھی، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جبکہ سورج بلند اور چمکدار ہوتا تھا، اس میں پیلا پن داخل ہونے سے پہلے، پس آدمی عصر کی نماز پڑھ کر سورج غروب ہونے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ جاتا تھا، اور مغرب کی نماز سورج غروب ہونے پر پڑھتے تھے(ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امامتِ جبریل کے بعد آپ ﷺ کا معمول مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے فوراً بعد پڑھنے کا تھا، جوکہ مغرب کی نماز کو غروب کے بعد جلدی پڑھنے کے سنت ومستحب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے:

" كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتِ الشَّمْسُ "(شرح معانى الآثار حديث نمبر ۹۲۷، المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر

۱۴۱۳۵، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۸۶۹۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز سورج غائب ہونے پر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتِ الشَّمْسُ "(شرح معانی الآثار حدیث نمبر ۹۲۸، واللفظ لہٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۲۰۴۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز سورج غائب ہونے پر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، يَقُولُ :صَلُّوا صَلاةَ الْمَغْرِبِ مَعَ سُقُوطِ الشَّمْسِ بَادِرُوا بِهَا طُلُوعَ النَّجْمِ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۹۵۲، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۵۲۱، سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۰۳۱) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ تم مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی پڑھو، مغرب کی نماز میں جلدی کرو، تارے نظر آنے سے پہلے پہلے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر پڑھنا سنت و مستحب ہے۔ تارے نظر آنے کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :صَلُّوا الْمَغْرِبَ لِفِطْرِ الصَّائِمِ، وَبَادِرُوا طُلُوعَ النُّجُومِ "(مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۵۸۰، واللفظ لہٗ، مصنف ابنِ ابی شیبہ، ج ۱، حدیث نمبر ۳۳۵۱، کتاب الصلاۃ، من کان یری ان یعجل المغرب)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب کی نماز، روزہ دار کے افطار کرنے کے وقت پڑھو، اور ستاروں کے نظر آنے سے پہلے پہلے جلدی کرو (ترجمہ ختم)

روزہ دار سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر افطار کیا کرتا ہے، لہٰذا اس وقت مغرب کی نماز پڑھنے سے

---

[1] قال الهيثمي:

رواه أحمد عن يزيد بن أبي حبيب عن رجل عن أبي أيوب ، وبقية رجاله ثقات.

ورواه الطبراني عن يزيد بن أبي حبيب عن أسلم أبي عمران عن أبي أيوب ورجاله موثقون(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

مراد یہی ہے کہ مغرب کی نماز بھی غروب یا اذان کے بعد بلا تاخیر پڑھنی چاہئے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّى الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ (بخاری حديث نمبر ۵۲۶، مسلم حديث نمبر ۱۴۷۳، ابنِ ماجة حديث نمبر ۶۷۹، مصنف ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۳۳۳۹، المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۴۲۹۶، مسند عبد بن حميد حديث نمبر ۴۲۹)

ترجمہ: ہم نبی ﷺ کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم میں سے کوئی لوٹ کر جاتا، تو وہ اپنے تیر کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیتا تھا (ترجمہ ختم)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں موجودہ روشنیوں کا وجود نہیں تھا۔

اور اس زمانہ میں مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر ایسی روشنی کا موجود ہونا کہ جس میں تیروں کے گرنے اور لگنے کی جگہ نظر آرہی ہو، یہ اسی وقت ممکن ہے، جبکہ مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر ادا کی جائے۔ [۱]

اور نبی ﷺ کے بعض صحابۂ کرام سے مروی ہے:

أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُونَ إِلَى أَهَالِيهِمْ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَرْمُونَ وَيُبْصِرُونَ مَوَاقِعَ سِهَامِهِمْ (سنن نسائی حديث نمبر ۵۱۹، باب تعجيل المغرب)

ترجمہ: وہ لوگ، اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور پھر مدینہ کے کنارے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تھے، تو وہ تیر پھینکتے اور تیروں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

---

[۱] اس سے بعض اہلِ تشیع کے اس نظریہ کی بھی تردید ہوگئی کہ مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنی چاہئے۔

كنا نصلي المغرب مع رسول الله أى جماعة فينصرف أحدنا أى من الصلاة وإنه أى والحال أن أحدنا ليبصر أى بعد الإنصراف مواقع نبله بفتح النون وسكون الموحدة أى مساقط سهمه قال الطيبي يعني يصلي المغرب في أول الوقت بحيث لو رمى سهم يرى أين سقط قلت ولا خلاف في استحباب تعجيل المغرب عند الفقهاء متفق عليه(مرقاة، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام حضورﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز اتنی جلدی پڑھا کرتے تھے کہ مسجدِ نبوی میں مغرب کی نماز پڑھ کر مدینہ کے آخری کنارے پر پہنچ کر تیروں سے نشانہ بازی کرتے، اور تیروں کے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

اور یہ اسی وقت ممکن تھا جبکہ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر پڑھی جائے، کما مر۔

اور بعض انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ان الفاظ میں روایت ہے:

أَنَّهُمْ "كَانُوا يُصَلُّونَ الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ يَنْطَلِقُونَ يَتَرَامَوْنَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِمْ مَوَاقِعُ سِهَامِهِمْ ، حَتَّى يَأْتُونَ دِيَارَهُمْ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ (مسند احمد حديث نمبر ۱۶۴۱۶، واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۱۶۴۱۵) [1]

ترجمہ: وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر نماز کے بعد جا کر تیر اندازی کرتے تھے، اور ان پر ان کے تیروں کے گرنے کی جگہ مخفی نہیں ہوتی تھی (بلکہ نظر آ رہی ہوتی تھی) یہاں تک کہ وہ مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھروں کو پہنچتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ نَأْتِي بَنِي سَلِمَةَ، وَنَحْنُ نُبْصِرُ مَوَاقِعَ النَّبْلِ " (مسند احمد حديث نمبر ۱۵۰۹۶، واللفظ لهٗ، شرح معانی الآثار حديث نمبر ۱۲۷۱، صحيح ابنِ خزيمة حديث نمبر ۳۳۷، معرفة السنن والآثار للبيهقی حديث نمبر ۵۹۸، مسند طيالسی حديث نمبر ۱۸۷۱)

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم بنی سلمۃ (محلّہ) میں آتے تھے، اور ہم تیر گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں مسجدِ نبوی سے تیروں کی جگہ کے فاصلے کا بھی ذکر ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

" كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ نَرْجِعُ إِلَى مَنَازِلِنَا، وَهِيَ مِيلٌ، وَأَنَا أُبْصِرُ مَوَاقِعَ النَّبْلِ " (مسند احمد حديث نمبر ۱۴۹۷۱، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۳۲۵۱، مسند ابی يعلیٰ حديث نمبر ۲۰۵۰،

---

[1] قال الهيثمی:
رواه أحمد وإسناده حسن (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

مسند عبد بن حمید حدیث نمبر ۱۰۳۷، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۲۰۹۱) ؎۱

ترجمہ: ہم نبی ﷺ کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر اپنے گھروں کو لوٹتے تھے، جو کہ ایک میل کے فاصلے پر تھے، اور میں تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیا کرتا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ وَيُصَلِّي مَعَهُ رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ وَهُمْ يُبْصِرُونَ مَوَاقِعَ النَّبْلِ ." (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۵۴۶۴، واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۱۵۶۵،وحديث نمبر ۱۵۶۶،وحديث نمبر ۱۵۶۷، مسند ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۵۰۴) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز پڑھاتے تھے، اور آپ ﷺ کے ساتھ بنی سلمہ کے لوگ نماز پڑھتے تھے، اور وہ (اپنے یہاں لوٹ کر) تیر کے نشانوں کو دیکھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، ثُمَّ نَأْتِي بَنِي سَلِمَةَ ، وَأَحَدُنَا يَرَى مَوْقِعَ نَبْلِه (مصنف ابنِ ابی شيبه، حديث نمبر ۳۳۳۸، كتاب الصلاة، من كان يرى ان يعجل المغرب، واللفظ لهٗ، مسند ابی یعلیٰ ۳۲۲۰، مسند السراج ص ۲۲۲)

ترجمہ: ہم مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں پڑھتے تھے، پھر ہم بنی سلمہ کے مقام پر آتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی شخص تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیا کرتا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

؎۱ قال الهيثمي:
رواه أحمد والبزار وأبو يعلى عن عبدالله بن محمد بن عقيل وهو مختلف فى الاحتجاج به وقد وثقه الترمذى واحتج به أحمد وغيره (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰)

؎۲ قال الهيثمي:
رواه الطبرانى فى الكبير وقال هكذا رواه يونس عن ابن شهاب عن ابن كعب أخبرنى رجل، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۱)

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ حَتَّى نَأْتِيَ السُّوقَ وَإِنَّهُ لِيُرَى مَوْقِعُ نَبْلِهِ (المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۵۱۲۳، واللفظ لهٗ،وحديث نمبر ۵۱۲۴، مسند احمد حديث نمبر ۱۷۰۲۹، وحديث نمبر ۱۷۰۴۱،حديث نمبر ۱۷۰۵۳) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے اوراس کے بعد ہم بازار آتے تھے، اور تیر کے گرنے کی جگہ نظر آ رہی ہوتی تھی (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد بہت جلدی پڑھنے کا معمول، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان معروف اور مشہور چیز تھا۔

اوراسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی بعد میں اپنے اپنے طور پر اس کا اہتمام رکھا۔

چنانچہ خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیجا:

" أَنْ صَلِّ الْمَغْرِبَ، حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ "(شرح معانی الآثار حديث نمبر ۹۳۳، واللفظ لهٗ،مؤطاامام مالک ،حديث نمبر ۶، كتاب الصلاة،باب وقوت الصلاة، مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۲۰۳۵ وحديث نمبر ۲۰۳۶)

ترجمہ: تم مغرب کی نماز سورج غروب ہونے پر پڑھو (ترجمہ ختم)

اور حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ " :صَلُّوا هَذِهِ الصَّلَاةَ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْفِجَاجُ مُسْفِرَةٌ "(شرح معانی الآثار حديث نمبر ۹۳۰، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۳۳۴۰، الاوسط لابن المنذر حديث نمبر ۹۱۸)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مغرب کی نماز ایسے وقت پڑھو جبکہ دو گھاٹیوں کے درمیان راستہ روشن ہو (ترجمہ ختم)

---

[1] قال الهيثمي:
رواه أحمد والطبراني في الكبير وفيه صالح مولى التوأمة وقد اختلط في آخر عمره قال ابن معين سمع منه ابن أبي ذئب قبل الاختلاط وهذا من رواية ابن أبي ذئب عنه (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۰) فالحديث صحيح.

سورج غروب ہونے کے بعد دو گھاٹیوں کے درمیان کی جگہ میں ہموار جگہ کے مقابلہ میں جلدی اندھیرا ہوجاتا ہے، کیونکہ اس جگہ دونوں طرف سے روشنی کی رکاوٹ ہوتی ہے، جبکہ ہموار اور میدانی جگہ میں دیر تک روشنی رہتی ہے۔لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ارشاد سے مغرب کی نماز کو بہت جلدی ادا کرنے کی عمدہ طریقہ پر نشاندہی فرمادی۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت ابوعبیدہ فرماتے ہیں:

كان ابن مسعود يصلي المغرب إذا غاب حاجب الشمس (معرفة السنن والآثار للبيهقي حديث نمبر ۱۰۲، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۹۰۲۸، مصنف عبدالرزاق حديث نمبر ۲۰۹۶)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے، جب سورج کا کنارہ غائب ہوجاتا تھا (ترجمہ ختم)

کنارہ غائب ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ عین سورج کے مکمل غروب ہونے کے بعد بلاتاخیر مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت اسود فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ (المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ۳۳۴۲، مصنف ابنِ ابی شيبه، ج۱، كتاب الصلاة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے پر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی صحیح احادیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے صاف طور پر معلوم ہورہا ہے کہ سنت ومستحب طریقہ یہی ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد اذان دے کر مغرب کی نماز جلد از جلد پڑھ لی جائے، اور مغرب کی اذان واقامت کے درمیان سوائے مسنون دعا کے بقدر وقفہ کے مزید فصل اور وقفہ نہ کیا جائے۔ [1]

---

[1] اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آج کل جوکئی مساجد میں مغرب کی اذان اور جماعت کے قیام کے دوران تین چار منٹ کے وقفہ شروع ہوگیا ہے، اور بعض شہروں میں اس کا رواج بڑھتا جارہا ہے، یہ طریقہ افضل اور مستحب طریقہ کے خلاف ہے۔
اس لئے حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور کسی وقت ضرورت کی خاطر وقفہ ضروری ہو، تو اس کو بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت تک محدود رکھنا چاہئے۔

Idara Ghufran

یہاں یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ جو شخص سورج غروب ہونے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے، اس کے لئے تو حکم واضح ہے، لیکن جو شخص خود سے سورج غروب ہونے کا صحیح مشاہدہ نہ کر سکے، جیسا کہ آج کل شہروں میں کثیر و رفیع عمارات اور گرد و غبار وغیرہ کے باعث مشاہدہ مشکل ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں معتبر اور ثقہ اہلِ علم مشاہدہ کاروں اور حساب دانوں (یعنی اہلِ فلکیات) کی تحقیق وحساب پر عمل کرنا درست ہے۔

پس آج کل جو طلوع وغروب وغیرہ کے معتبر نقشے رائج ہیں، ان پر عمل کرنا درست ہے۔ [1]

لیکن کیونکہ گھڑی اور حساب میں ایک دو منٹ کا فرق ممکن ہے، اس لئے احتیاط کی رعایت ضروری ہے۔

آج کل بعض لوگ احتیاط کی رعایت کئے بغیر اذان دے دیتے ہیں، اور اس طرزِ عمل کو احادیث کے مطابق قرار دیتے ہیں، اور احتیاط کا لحاظ کرنے والوں کو احادیث کا مخالف قرار دیتے ہیں، جو کہ سراسر غلط فہمی اور ناواقفی پر مبنی ہے، کیونکہ مغرب کی نماز میں جلدی کا حکم سورج کے یقینی غروب کے بعد ہے، اور غروب کا یقین حاصل کرنے کے لئے جو احتیاط کی رعایت کی جاتی ہے، وہ تاخیر میں داخل نہیں، ہاں! یقین حاصل ہونے کے بعد کوئی بلا عذر تاخیر کرے، تو وہ الگ بات ہے۔

نمازِ مغرب سے قبل دو رکعت نفل پڑھنے یا اتنی مقدار وقفہ کا حکم

اس سے پہلے مغرب کی نماز کو سورج غروب ہونے کے بعد جلد از جلد پڑھنے سے متعلق جو صحیح وصریح اور کثیر احادیث وروایات اور صحابۂ کرام کے آثار ذکر کئے گئے، ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ افضل اور مستحب یہ ہے کہ غروب کے بعد جلد از جلد مغرب کی نماز پڑھ لی جائے۔

اور ان میں سے کسی حدیث وروایت میں بھی مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کا ذکر نہیں۔

البتہ بعض اوقات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مخصوص شرائط کے ساتھ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، لیکن اولاً تو یہ مستقل اور دائمی معمول نہیں تھا، دوسرے حضور ﷺ اور خلفائے راشدین سے ان نفلوں کا پڑھنا یا ان کی ترغیب ثابت نہیں، بلکہ مغرب کی نماز کو سورج غروب ہونے کے بعد جلد از جلد جو پڑھنے کی شریعت نے ترغیب دی ہے، اور ان نوافل سے کسی درجہ میں وہ فضیلت بھی

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری تالیف ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' اور ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء''

متاثر ہوتی ہے۔اس لئے مغرب کی نماز سے پہلے دورکعت کے بقدر وقفہ کرنا یا دورکعت پڑھنا فی نفسہٖ جائز قرار دیا جائے گا،سنت ومستحب قرار نہیں دیا جائے گا۔

اور افضل ومستحب یہی قرار دیا جائے گا کہ نوافل پڑھے بغیر جلد از جلد مغرب کی نماز ادا کی جائے۔

اور اگر ان نوافل کو سنت ومستحب قرار دیا جائے ، یا اس میں کوئی دوسری خرابی لازم آئے ،تو پھر اس کو ممنوع ومکروہ قرار دیا جائے گا۔ لان وقت الکراھة ینتھی عند الغروب ، ففیه کراھة عارضیة . [1]

ہم نے جو کچھ اس سلسلہ میں عرض کیا،اس کی تفصیل احادیث وروایات اور آثار کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذَلِكَ يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ . قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ(بخاری حدیث نمبر ٥٨٩)

ترجمہ: مؤذن جب اذان دیتا تو نبی ﷺ کے صحابہ میں سے بعض حضرات کھڑے ہو جاتے ، اور ستونوں کی طرف جلدی کرتے ، یہاں تک کہ نبی ﷺ تشریف لاتے ،تو وہ مغرب سے پہلے دورکعتیں پڑھنے میں مشغول ہوتے ،اور اذان اور اقامت کے درمیان کچھ نہیں ہوتا تھا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ سے جو روایت کی ہے،اس میں یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا(ترجمہ ختم)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(ا)......تمام صحابۂ کرام یہ دورکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے، **کمایفھم من قوله "قَامَ**

---

[1] ھذا النھی لیس لمعنی فی الوقت بل لما فیه من تاخیر المغرب کا لنھی عن الصلوة عند الخطبة لیس لمعنی لما فیه من الاشتغال عن سماع الخطبة فلھذا لم یذکر ھھناالخ(المبسوط ج ا ص ٣٠٥)

ثم الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیة ، أما ثبوت الکراھة فلا إلا أن یدل دلیل آخر ، وما ذکر من استلزام تأخیر المغرب فقد قدمنا من القنیة استثناء القلیل والرکعتان لا تزید علی القلیل إذا تجوز فیھما(فتح القدیر ، کتاب الصلاة، باب النوافل)

فالجواب الصحیح المحقق عنه انه لاینکر جواز الرکعتین قبل المغرب وانما ینکر وضعھما موضع السنة (اعلاء السنن ج ٢ ص ٦٨)

نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

(۲)...... جو صحابۂ کرام پہلے سے موجود ہوتے، ان میں سے ہی بعض صحابۂ کرام یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، نہ کہ بعد میں آنے والے۔

(۳)...... یہ دو رکعت پڑھنے والے حضرات ایک طرف ہوکر یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، تا کہ دوسرے لوگوں کو خلل واقع نہ ہو۔

(۴)......اذان و اقامت کے درمیان فاصلہ نہیں ہوا کرتا تھا، اور بعض روایات کے مطابق بہت کم فاصلہ ہوا کرتا تھا۔

جس کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا کہ دو رکعت پڑھنے والے حضرات اذان کے ختم ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ اذان شروع ہونے کے ساتھ یا اذان کے دوران ہی نیت باندھ لیا کرتے تھے، اور اذان کے فارغ ہونے کے ساتھ یا متصل بعد ہی دو رکعتوں سے فارغ ہو جایا کرتے تھے، اور احادیث میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

اور بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ بس ہلکی پھلکی دو رکعت سے زیادہ وقفہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ [۱]

---

[۱] مُوسَى بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ " " :كَانَ إِذَا قَامَ الْمُؤَذِّنُ فَأَذَّنَ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ فِي الْمَسْجِدِ بِالْمَدِينَةِ، قَامَ مَنْ شَاءَ فَصَلَّى حَتَّى تُقَامَ الصَّلَاةُ، وَمَنْ شَاءَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَعَدَ، وَذَلِكَ بِعَيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "(مسند احمد حديث نمبر ۱۳۰۵۸)

ولم تكن الصحابة يصلون بينهما بل كانوا يشرعون فى الصلاة فى أثناء الأذان ويفرغون مع فراغه(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۳۱۶۹)

وقد زعم بعضهم :أن قيام الصحابة للصلاة كان إذا ابتدأ المؤذن فى الأذان، ولم يكن بين الأذان والإقامة، واستدل برواية من روى) :(ولم يكن بين الأذان والإقامة شيء) .... فى)(مسند الإمام أحمد() من حديث معلى بن جابر، عن موسى بن أنس، عن أبيه، قال :كان إذا قام المؤذن فأذن لصلاة المغرب قام من يشاء ، فصلى حتى تقام الصلاة، ومن شاء ركع ركعتين، ثم قعد، وذلك بعينى رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-ومعلى بن جابر، مشهور، روى عنه جماعة ، وذكره ابن حبان فى)(ثقاته)وهذا ظاهر فى انهم كانوا يقومون إذا شرع المؤذن فى الأذان، وأن منهم من كان يزيد على ركعتين(فتح البارى لابنِ رجب، كتاب الصلاة)

والصحابة انما كانوا يبتدرون السوارى اذا اخذ المؤذن فى الاذان ، كما مرقريبا (اعلاء السنن ج۲ ص ۷۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورمختار بن فلفل کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے:

فَقُلْتُ لَهُ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -صَلاَّهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا .فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا(مسلم حديث نمبر ۱۹۷۵)

ترجمہ: میں نے حضرت انس سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے، تو ہمیں نہ ان کا حکم فرماتے تھے، اور نہ ہمیں ان سے منع فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مصعب بن سلیم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قُلْتُ لَهُ :أَصَلَّاهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ :لَا، قُلْتُ : فَأَمَرَكُمْ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ :لَا، وَلَكِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يَرَى مَنْ يُصَلِّيهِمَا فَلَا يَنْهَاهُ (شرح مشكل الآثار للطحاوى، حديث نمبر ۵۴۹۷،باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى)

ترجمہ: میں نے حضرت انس سے کہا کہ کیا ان دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے پڑھا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ کیا آپ حضرات کو رسول اللہ ﷺ نے ان دو رکعتوں کا حکم دیا تھا؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کو دیکھ لیتے تھے، جو ان دو رکعتوں کو پڑھتا تھا، تو اسے منع نہیں فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو ان دو رکعتوں کو پڑھتے ہوئے تو نہیں دیکھا، بلکہ حضور ﷺ یہ دو رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ البتہ حضور ﷺ نے نہ تو ان دو رکعتوں کا حکم فرمایا تھا، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمراد بقوله كل أذانين غير أذانى المغرب وقيل التنوين فيه للتنكير والتعظيم ونفى الكثير لا يستلزم نفى القليل ويؤيد ذلك ما رواه الإسماعيلى من حديث شعبة وكان بين الأذان والإقامة قرب قلت يدل عليه ما رواه عثمان بن جبلة وأبو داود عن شعبة ولم يكن بينهما إلا قليل وقيل حديث الباب على ظاهره وقوله ولم يكن بينهما شىء يدل على أن عموم قوله بين كل أذانين صلاة مخصوص بالمغرب فإنهم لم يكونوا يصلون بينهما بل كانوا يشرعون فى الصلاة فى أثناء الأذان ويفرغون مع فراغه ويؤيد ذلك حديث بريدة المذكور عن قريب فإن فيه استثناء المغرب كما ذكرنا قلت قول هذا القائل ويفرغون مع فراغه فيه نظر لأنه ما فى الحديث شىء يدل على ذلك وشروعهم فى الأذان لا يستلزم فراغهم مع فراغ الاذان(عمدة القارى للعينى، كتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

نہ ان سے منع فرمایا تھا۔لہٰذا اس سے پہلی حدیث میں مذکور شرائط کے مطابق پڑھنا جائز ہوا، نہ کہ سنت۔ اور بعض دیگر قولی وفعلی احادیث وروایات اور آثار سے بھی ان کے سنت نہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن النبی صلی الله علیه وسلم قال " :بین أذانین صلاة إلا المغرب " (مسند البزار حدیث نمبر ۴۴۲۲،واللفظ لهٗ، شرح مشکل الآثار للطحاوی حدیث نمبر ۵۴۹۴،المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر ۸۳۲۸، سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۰۵۰، وحدیث نمبر ۱۰۵۱) [۱]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان واقامت) کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے (ترجمہ ختم)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان کوئی مسنون ومستحب نماز نہیں۔ [۲]

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں امام مناوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(بَیۡنَ کُلِّ اَذَانَیۡنِ صَلاَۃٌ اِلَّاالۡمَغۡرِب)فَاِنَّہٗ لَیۡسَ بَیۡنَ اَذَانِھَا وَاِقَامَتِھَا صَلاَۃٌ بَلۡ یُنۡدَبُ الۡمُبَادَرَۃُ اِلَی الۡمَغۡرِبِ فِیۡ اَوَّلِ وَقۡتِھَا فَلَوِ اسۡتَمَرَّتِ الۡمُوَاظَبَۃُ عَلَی الۡاِشۡتِغَالِ بِغَیۡرِھَا کَانَ ذَالِکَ ذَرِیۡعَۃٌ اِلٰی مُخَالَفَۃِ اِدۡرَاکِ اَوَّلِ وَقۡتِھَا (فیض القدیر للمناوی ج۳،باب حرف الباء الموحدة ،حدیث نمبر ۳۱۶۹)

---

[۱] قال فی الاعلاء:

قلت واسنادهٗ حسن(اعلاء السنن ج۲ ص ۷۴)

وقال البزار بعد نقل هذا الحدیث :

وحیان رجل من أهل البصرة مشهور لیس به بأس .

وقال الهیثمی:

رواه البزار وفیه حبان بن عبیدالله ذکره ابن عدی وقیل إنه اختلط(مجمع الزوائد ج۲ص ۲۳۱)

وقال ابن حجر:

وقال أبو حاتم :صدوق وقال إسحاق بن راهویه :حدثنا روح بن عبادة حدثنا حیان بن عبید الله وکان رجل صدق وذکره ابن حبان فی الثقات وقال البیهقی :تکلموا فیه وقال ابن حزم : مجهول فلم یصب(لسان المیزان ج ۱ ص۳۵۷)

[۲] نہ کہ یہ مطلب کہ جائز بھی نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی لاحق ہوئی (کذا فی اعلاء السنن ج۲ص۷۴،۷۵)

ترجمہ: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے، پس مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز نہیں ہے بلکہ افضل و مستحب مغرب کو اول وقت میں جلدی ادا کرنا ہے، لہٰذا اگر مغرب کی نماز جلدی ادا کرنے کے بجائے کسی اور چیز میں مشغولی کا معمول بنایا جائے گا تو یہ مغرب کو اول وقت میں ادا کرنے کی مخالفت کا ذریعہ ہوگا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل سنت و مستحب نہیں۔

اور حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ .ثُمَّ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ لِمَنْ شَاءَ .خَشْيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً (ابوداؤد حديث نمبر ۱۲۸۳ ،واللفظ لهٗ،بخارى،حديث نمبر ۱۱۸۳ ،بَاب الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، مسند احمد حديث نمبر ۲۰۵۵۲، سنن دارقطنى حديث نمبر ۱۰۵۲ ، صحيح ابنِ خزيمة حديث ن مبر ۱۲۲۴ ، شرح مشكل الآثار للطحاوى حديث نمبر ۵۴۹۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لو، پھر فرمایا کہ تم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لو، جو شخص چاہے، اس ڈر سے کہ لوگ اس کو سنت نہ بنالیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کی دوسروں کو اجازت دی تھی، اور ان کو سنت و مستحب قرار نہیں دیا تھا۔ والامر فيه للاباحة. [1]

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

طفنا فى نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألناهن :هل رأيتن رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى هاتين الركعتين قبل المغرب حين يؤذن

---

[1] ''صلوا'' کے بعد ''لمن شاء'' اور پھر ''خشیۃ ان یتخذ ہا الناس سنۃ'' فرمانے سے واضح ہوا کہ یہاں امر اباحت کے لئے ہے، نہ کہ استحباب وغیرہ کے لئے، کما فہم بعض الناس۔

اور اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں سائل کے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حکم نہیں فرمایا تھا، اور نہ خود پڑھی تھیں، البتہ دوسروں کو پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

فلم يأمرنا ولم ينهنا . كمامر

قال أبو بكر : هذا اللفظ من أمر المباح إذ لو لم يكن من أمر المباح لكان أقل الأمر أن يكون سنة إن لم يكن فرضا ، ولكنه أمر إباحة(صحيح ابنِ خزيمة،باب إباحة الصلاة عند غروب الشمس وقبل صلاة المغرب، تحت حديث رقم ۱۲۲۴)

Idara Ghufran

المؤذن ؟ فقلن :لا ، غير أم سلمة قالت :صلاها عندى حين أذن بلال للمغرب ، فقلت :يا نبى الله ما هذه الصلاة ؟ هل حدث شىء ؟ قال : لا ، ولكن كنت أصليهما ركعتين قبل العصر فنسيتهما فصليتهما الآن (مسند الشاميين للطبرانى حديث نمبر ۲۰۷۰) [۱]

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے پاس گھومے، اوران سے معلوم کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ کو مغرب سے پہلے جب مؤذن اذان دیتا ہے، یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، البتہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس دو رکعتیں پڑھیں، جبکہ حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! یہ نماز کون سی ہے؟ کیا کسی نئی نماز کا حکم آیا ہے؟، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتا ہوں، تو میں ان کو بھول گیا تھا، تو میں نے ان کو اب پڑھا ہے (ترجمہ ختم)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مغرب کی نماز سے پہلے دو نوافل نہیں پڑھا کرتے تھے، لہٰذا یہ دو رکعتیں سنت نہیں ہیں۔

اور حضرت طاؤس فرماتے ہیں:

سئل ابن عمر عن الركعتين قبل المغرب ، فقال : ما رأيت أحدا يصليهما على عهد رسول الله ﷺ (مسند عبد بن حميد حديث نمبر ۸۹۶، واللفظ لهٗ، الكنىٰ والاسماء للدولابى حديث نمبر ۸۲۴، ورواه ابوداوٗد بزيادة حديث نمبر ۱۲۸۶)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کے زمانے میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [۲]

---

[۱] واسناده حسن . كذا فى اعلاء السنن ج۲ ص ۱۷. مفصلاً.

[۲] چنانچہ مسند عبد بن حمید کی سند اس طرح ہے:

ثنا سليمان بن داود ، عن شعبة ، عن أبى شعيب قال :سمعت طاوسا ، يقول الخ .

اور دولابی کی سند اس طرح ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، انہوں نے حضورﷺ کے علاوہ بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی زیارت کی اور صحبت اٹھائی ہے، لہٰذا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ''میں نے رسول اللہ کے زمانے میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا'' اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ یہ دو رکعتیں حضورﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں عام معمول میں داخل نہیں تھیں کہ ان کو سنت و مستحب قرار دیا جائے۔

ورنہ تو عام صحابۂ کرام ان پر عمل پیرا ہوتے، اور اگر کسی خاص زمانہ میں بعض حضرات نے پڑھی ہوں، تو یہ ان کے سنت و مستحب ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ جواز کی دلیل ہے۔ ؎٢

بالخصوص جبکہ بے شمار صحیح و صریح احادیث وروایات مغرب کی نماز بلاتاخیر پڑھنے کے سنت و مستحب ہونے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال :وأخبرني أحمد بن شعيب قال :أنبأ أبو بكر بن علي قال :حدثنا يحيى بن معين قال : حدثنا غندر قال :حدثنا شعبة عن أبي شعيب صاحب الطيالسة ، عن طاوس قال الخ

قال العینی:

وغندر بضم الغين المعجمة لقب محمد بن جعفر ابن امرأة شعبة(عمدة القاری، کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

البتہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ هُوَ شُعَيْبٌ يَعْنِى وَهِمَ شُعْبَةُ فِى اسْمِهِ(ابوداؤد حدیث نمبر ۱۲۸۶)

مگر اس سے حدیث کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ابوشعیب صاحبِ طیالسہ ہیں، اور امام دولابی نے ابوشعیب ہی ان کی کنیت ذکر فرمائی ہے۔

نیز امام دولابی نے اس حدیث کی سند میں ابوشعیب کے ساتھ صاحبِ طیالسہ کی صفت بھی ذکر کی ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، اور بعض حضرات نے ان کو ابوشعیب کے بجائے شعیب قرار دیا ہے، لیکن انہوں نے بھی ان کو صاحبِ طیالسہ قرار دیا ہے۔

اور صاحبِ طیالسہ خواہ ابوشعیب ہوں یا شعیب ہوں، ان کو ابوحاتم نے صالح الحدیث قرار دیا ہے، اور ابنِ حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، جبکہ ابوزرعہ نے ان کے بارے میں لابأس بہ فرمایا ہے، اور ان کی طاؤس سے سماعت بھی ثابت ہے۔

(ملاحظه هو:الکنیٰ والاسماء للدولابی،عمدة القاری، کتاب التطع، باب الصلاة قبل المغرب، تقریب التهذیب ج ا ص ۴۲۰،تهذیب الکمال ج۱۲ ص ۵۳۹،تهذیب التهذیب ج۴ص۳۱۳، التاریخ الکبیر للبخاری تحت رقم الترجمة ۲۵۸۵،الجرح والتعدیل لابنِ ابی حاتم،تحت رقم الترجمة ۱۵۲۱)

لہٰذا اس حدیث کی سند پر جو بعض نے کلام کیا ہے، اس سے اس حدیث کی سند پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

؎٢ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بھی وضاحت ہوگئی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کردہ عمل دائمی و مستقل معمول نہیں تھا، بلکہ ایک خاص وقت سے متعلق تھا۔

پر دلالت کرتی ہیں۔

البتہ جواز کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ دورکعت پڑھنے والے مغرب کی اذان کے بعد جلد از جلد یہ دورکعت پڑھ کر فارغ ہوجائیں، جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی بعض اوقات ایسا ہوا ہے۔

اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ یہ دورکعت پڑھنے والے حضرات اذان شروع ہونے یا کم ازکم اذان سے فراغت کے وقت موجود ہوں۔ لیکن اگر پہلے سے موجود نہ ہوں، بلکہ باری باری بعد میں آتے رہیں، جیسا کہ آج کل لوگوں کا مزاج ہے، اور آآ کر بعد میں جہاں چاہیں نوافل کی نیت باندھ کر کھڑے ہوجائیں، تو پھر یہ عمل جواز سے نکل کر کراہت میں داخل ہوجائے گا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور حضرت ابوالخیر (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيَّ قَامَ لِيَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ انْظُرْ إِلَى هَذَا أَيَّ صَلَاةٍ يُصَلِّي فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَرَآهُ فَقَالَ هَذِهِ صَلَاةٌ كُنَّا نُصَلِّيهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن نسائی حدیث نمبر ۵۸۱، باب الرخصة فی الصلاة قبل المغرب، واللفظ لہٗ، سنن دارقطنی حدیث نمبر ۱۰۶۲، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۴۲۱۱، سنن البیهقی حدیث نمبر ۴۶۷۲)

ترجمہ: ابوتمیم جیشانی (یعنی عبداللہ بن مالک تابعی) کھڑے ہوئے، تاکہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں، تو میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، کہ ان کی طرف دیکھو، یہ کون سی نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف رخ کر کے ان کو دیکھا، تو فرمایا کہ یہ وہ نماز ہے، جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کا ابوتمیم جیشانی کے مغرب سے پہلے دورکعتیں پڑھنے پر تعجب کا اظہار کرنا اور مزید براں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جواب میں یہ فرمانا کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے، اس بات کی دلیل ہے کہ بعد میں ان دورکعتوں کا عام معمول نہیں رہا تھا، نیز یہ دورکعتیں سنت نہیں، ورنہ نہ تو تعجب کے اظہار کے کوئی معنیٰ تھے، اور نہ ہی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضور ﷺ کے زمانے میں پڑھے جانے کے جواب کے کوئی معنیٰ تھے۔

(کذافی فیض الباری شرح البخاری، کتاب الاذان، باب کم بین الأذان والإقامة ومن ینتظر الإقامة)

اور جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ جو کہ صحابیٔ رسول حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيت فَقِيهًا يُصَلِّي قَبْلَ الْمَغْرِبِ إِلَّا سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ (مصنف ابن ابی شیبة حدیث نمبر ۷۴۶۴)

ترجمہ: میں نے سوائے سعد بن ابی وقاص کے کسی فقیہ کو مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ :إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ كَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقَالَ " :كَانَ يَنْهَى عَنْهُمَا، وَلَمْ أُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا غَيْرَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ " (شرح مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللهﷺ، ثم ما روی عن أصحابه بعده فی الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهی)

ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن مسیّب سے عرض کیا کہ کیا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، تو حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا کہ وہ تو ان دو رکعتوں سے منع فرمایا کرتے تھے، اور میں نے رسول اللہﷺ کے صحابۂ کرام میں سے کسی کو بھی سوائے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے ان دو رکعتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ان دو رکعتوں سے منع فرمانا، کم از کم اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دو رکعتیں سنت و مستحب نہیں، ورنہ منع فرمانے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔

اور حضرت ابنِ مسیّب کی ایک روایت میں ہے:

كان المهاجرون لا يركعون الركعتين قبل المغرب وكانت الأنصار تركع بهما (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۳۹۸۴)

ترجمہ: مہاجر صحابۂ کرام مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے، اور انصار پڑھا کرتے تھے

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے دور میں مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا عمومی معمول نہیں تھا، کیونکہ یہ سنت و مستحب نہیں، البتہ بعض حضرات یہ دو رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے، کیونکہ یہ جائز ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب کی مذکورہ روایات میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں۔

اورحضرت حماد فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الصَّلَاةِ، قَبْلَ الْمَغْرِبِ ,فَنَهَانِي عَنْهَا، وَقَالَ " :إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَمْ يُصَلُّوهَا "(شرح مشكل الآثار للطحاوى، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى) [۱]

ترجمہ: میں نے حضرت ابراہیم نخعی (جلیلُ القدر تابعی) سے مغرب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے مجھے اس سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

لَمْ يُصَلِّ أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ وَلَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ(سنن البيهقى باب من جعل قبل صلاة المغرب ركعتين)

ترجمہ: حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں (ترجمہ ختم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین ان دو رکعتوں کو نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اور حضرت مغیرہ فرماتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ " :الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ بِدْعَةٌ " (شرح مشكل الآثار للطحاوى، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ، ثم ما روى عن أصحابه بعده فى الصلاة بعد أذان المغرب، من إباحة ومن نهى)

ترجمہ: (عظیم فقیہ تابعی) حضرت ابراہیم نخعی نے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کو بدعت فرمایا (ترجمہ ختم)

بدعت فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو سنت و مستحب سمجھنا بدعت ہے۔

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا سنت و مستحب نہیں، زیادہ سے زیادہ جائز ہیں، جبکہ کوئی مفسدہ و خرابی لازم نہ آئے، ورنہ پھر دو رکعتیں پڑھنے کا عمل جواز کے

---

[۱] قلت: ورجاله ثقات مع ارساله ولكن مراسيل النخعى صحيحة كما مر باستثناء البعض، وهذا ليس منه (اعلاء السنن متن مع شرحه ج۲ ص ۷۱،۷۲، باب الاوقات المكروهة)

بجائے کراہت میں داخل ہوجائے گا۔

چنانچہ آج کل سب نمازی اذان کے اختتام سے پہلے مساجد میں نہیں پہنچتے، اور جہالت ولاعلمی بھی عام ہے۔ ایسی صورت میں دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ کر عام لوگ ان کو سنت ومستحب سمجھنے لگیں گے، اور جماعت کھڑی ہوجانے کے باوجود اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق مسجد میں جہاں چاہیں نیت باندھ کر کھڑے ہوجائیں گے، اور نوافل میں مشغول رہیں گے، جس کی وجہ سے جلدی جماعت کے کھڑے ہونے اور صفوں کی درستگی میں بھی خلل واقع ہوگا، اور پھر اس کی وجہ سے جماعت کے قیام میں مزید تاخیر کا ہونا بھی لازم آئے گا۔ اور اس طرح یہ نوافل جواز سے نکل کر کراہت میں داخل ہوجائیں گے۔

اور اس قسم کے مفاسد فرضی نہیں ہیں، بلکہ واقعی ہیں۔ اور انہی مفاسد کی بنیاد پر بعض حضرات نے مغرب سے قبل نوافل کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے ان مفاسد کی صورت میں مکروہ اور فی نفسہٖ جائز قرار دیا ہے، اور موجودہ حالات میں ان سے اجتناب میں جس قدر سلامتی واحتیاط اور عافیت ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ بلکہ اسی قسم کے مفاسد سے بچنے کے انتظام کی خاطر حضور ﷺ نے ان کی ترغیب نہیں دی، ورنہ تو یہ ہر کس وناکس کے لئے ایک سند بن جاتی۔ [1]

---

[1] فان قلت : فما وجه قول الحنفية بكراهة التنفل قبل المغرب مع ان الجواز ثابت بالاحاديث؟ قلت: وجه قولهم بالكراهة ان الاحاديث فى هذا الباب متعارضة .... الاحاديث الدالة على تاكيد التعجيل فى المغرب تقتضى كراهة التنفل قبلها لما فيه من مظنة التاخير، وقد اجمعت الامة على ان التعجيل فيها سنة كما مر، واختلف الاقوال فى التنفل قبلها ، فذهب بعضهم الىٰ استحبابه ، وانكره المالكية ،وقال النخعى انه بدعة ، وروى عن الخلفاء الاربعة وجماعة من الصحابة انهم كانوا لايصلونها "عمدة القارى" فرجحت الحنفية احاديث التعجيل لقيام الاجماع على كونه سنة ، وكرهوا التنفل قبلها لان فعل المباح والمستحب اذا افضى الى الاخلال بالسنة يكون مكروها ، ولايخفى ان العامة لو اعتادوا صلاة ركعتين قبل المغرب ليخلون بالسنة حتما، ويؤخرون المغرب عن وقتها قطعا، واما لوتنفل احد من الخواص قبلها ولم يخل بسنة التعجيل فلايلام عليه، لانه قد اتى بامر مباح فى نفسه او مستحب عند بعضهم . فحاصل الجواب ان التنفل قبل المغرب مباح فى نفسه، وانما قلنا بكراهته نظرا الى العوارض ، فالكراهة عارضة ، ولامنافاة بينهما فرب امر مباح او مستحب يمنع منه اذا افضى الى المفسدة ، كما بوب عليه البخارى(باب من ترك بعض الاختيار) اى فعل الشيئ المختار"فتح البارى") مخافة ان يقصر فهم بعض الناس عنه فيقعوا فى اشد منه ، واورده فيه حديثا عن عائشة رضى الله عنها، وقال الحافظ فى الفتح :"ويستفاد منه ترك المصلحة لامن الوقع فى المفسدة" ونظائره كثيرة فى الشرع.وقال الشيخ، ولله دره: ان كراهة الركعتين قبل المغرب ان صح القول بها عن الامام فهى محمولة على جعلهما سنة (اعتقادا او عملا) او على ماذا شرع بعد الفراغ من الاذان ، فانه يؤدى الى تاخير المغرب، والصحابة انما كانوا يبتدرون السوارى اذا اخذ المؤذن فى الاذان ، كما مرقريبا (اعلاء السنن ج۲ ص ۶۹، ۷۰)

مغرب کی نماز کو تارے چٹکنے تک مؤخر کرنا

مغرب کی نماز کے مستحب اور جائز و مکروہ تنزیہی اوقات کی تفصیل تو پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

اور مغرب کی نماز میں بلاعذر اتنی تاخیر کرنا کہ تارے خوب چٹکنا اور چمکنا شروع ہوجائیں، یہ مکروہِ تحریمی ہے، کیونکہ اس قدر تاخیر پر احادیث میں خیر اور فطرت سے ہٹنے کی وعید آئی ہے، جو کہ مکروہِ تحریمی ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ " :لَا تَزَالُ أُمَّتِی عَلَی الْفِطْرَةِ مَا صَلَّوُا الْمَغْرِبَ، قَبْلَ طُلُوعِ النُّجُومِ "(مسند احمد حديث نمبر ١٥٧١٧، واللفظ لهٗ، سنن البيهقى حديث نمبر ٢١٩٦، المعجم الكبير للطبرانى حديث نمبر ٦٥٣١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ (اس وقت تک) فطرت پر رہے گی، جب تک میری امت کے لوگ مغرب کی نماز کو ستاروں کے نظر آنے سے پہلے تک پڑھتے رہیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَزَالُ أُمَّتِی عَلَی الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ حَتَّی تَشْتَبِکَ النُّجُومُ (ابنِ ماجة حديث نمبر ٦٨١، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبرانى حديث نمبر ١٧٧٠، المعجم الصغير للطبرانى حديث نمبر ٥٦، سنن البيهقى حديث نمبر ٢١٩٧، مستدرک حاکم حديث نمبر ٦٤٦، مسند البزار حديث نمبر ١٣٠٥)

ترجمہ: میری امت ہمیشہ (اس وقت تک) فطرت پر رہے گی، جب تک میری امت کے لوگ مغرب کی نماز میں ستاروں کے کثرت سے چٹکنے اور چمکنے تک تاخیر نہیں کریں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ أُمَّتِی بِخَيْرٍ -أَوْ قَالَ عَلَی الْفِطْرَةِ -مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَی أَنْ

---

[1] قال الهيثمى:
رواه أحمد والطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ج ١ ص ٣١٠)

Idara Ghufran

تَشْتَبِکَ النُّجُومُ ۔ (ابوداوٗد حدیث نمبر ۴۱۸، واللفظ لہٗ، مسند احمد حدیث نمبر ۱۷۳۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۳۹۷۶، صحیح ابنِ خزیمۃ حدیث نمبر ۳۳۹،سنن البیھقی حدیث نمبر ۱۸۰۱،مستدرک حاکم حدیث نمبر ۶۴۵) [1]

ترجمہ: میری امت ہمیشہ (اس وقت تک) خیر یا فطرت پر رہے گی، جب تک میری امت کے لوگ مغرب کی نماز میں ستاروں کے کثرت سے چٹکنے اور چمکنے تک تاخیر نہیں کریں گے (ترجمہ ختم)

ستارے کثرت سے چٹکنے اور چمکنے سے پہلے پہلے مغرب کی نماز پڑھنے کی صورت میں امت کے خیر اور فطرت پر رہنے کا مخالف مفہوم یہ ہے کہ ستارے کثرت سے چٹکنے اور چمکنے تک مغرب کی نماز میں تاخیر کرنے کی صورت میں امت خیر سے محروم اور فطرت سے ہٹ جائے گی، اور خیر کے مقابلہ میں شر آتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ شر میں مبتلا ہو جائے گی۔

اور فطرت سے مراد اسلام کی مستحکم تعلیمات ہیں۔

اور ستارے کثرت سے چٹکنے اور چمکنے سے مراد یہ ہے کہ ستارے خوب اچھی طرح اور کثرت سے نظر آنے لگیں، نہ یہ کہ صرف بعض اور تیز ستارے نظر آنے لگیں۔ [2]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز میں بلا عذر اتنی تاخیر کرنا کہ آسمان پر تارے کثرت سے چمکنا

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاہ و لہ شاھد صحیح الإسناد وقال الذھبی فی التلخیص :علی شرط مسلم ولہ شاھد صحیح

[2] قال رسول اللہ لا یزال بالتحتانیۃ وقیل بالفوقیۃ أمتی بخیر أو قال علی الفطرۃ أی السنۃ المستمرۃ أو الإسلام الذی لم یدخلہ تبدیل فی أرکانہ ومتمماتہ شک من الراوی ما لم یؤخروا المغرب إلی أن تشتبک النجوم أی تصیر مشتبکۃ کالشبکۃ قالہ ابن الملک أی یظھر جمیعھا ویختلط بعضھا ببعض وھذا یدل علی أن لا کراھۃ بمجرد الطلوع وقال الطیبی أی تختلط لکثرۃ ما ظھر منھا(مرقاۃ، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلوات)

(لا تزال أمتی علی الفطرۃ) أی السنۃ وفی روایۃ بخیر (ما لم یؤخروا المغرب) أی صلاتھا (إلی اشتباک النجوم) أی انضمام بعضھا إلی بعض وظھورھا کلھا بحیث یختلط إنارۃ بعضھا ببعض ویظھر صغارھا من کبارھا حتی لا یخفی منھا شیء وفیہ رد علی الشیعۃ فی تأخیرھم إلی ظھور النجوم وأن الوصال یحرم علینا شرعا لأن تأخیر الفطر إذا کان ممنوعا فترکہ بالکلیۃ أشد منعا (حم د)(فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۹۷۷۲)

واشتباکھا کثرتھا (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۸۴)

Idara Ghufran

شروع ہوجائیں، مکروہ تحریمی ہے۔

گذشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز کو جلد از جلد پڑھنا سنت و مستحب ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ غروب کے فوراً بعد اذان دے کر اذان کے بعد کی دعا کے بقدر وقفہ کے بعد مغرب کی نماز شروع کردی جائے، اور مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت کے بقدر وقفہ کرنا استحباب وافضلیت کے خلاف ہے۔

اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعتوں کو سنت و مستحب قرار دینا درست نہیں، اور سنت و مستحب سمجھے بغیر مفاسد سے بچتے ہوئے کبھی پڑھ لینا اگرچہ افضل نہیں، مگر جائز ہے۔

اور دو رکعت سے زیادہ کا وقفہ مکروہ تنزیہی ہے، اور اتنی تاخیر کرنا کہ تارے خوب چٹک اور چمک جائیں، مکروہ تحریمی ہے۔

البتہ عذر کے احکام الگ ہوا کرتے ہیں، اور جس قسم کا عذر ہو، اسی کے اعتبار سے رخصت وگنجائش بھی ہوا کرتی ہے، اس لئے عذر کی صورت میں بقدرِ عذر تاخیر کی گنجائش ہے۔ [۱]

چنانچہ اگر بھوک لگی ہوئی ہو، یا پیشاب پاخانے کا تقاضا ہو، تو اس تقاضے کو پورا کرنے کی خاطر بقدرِ ضرورت تاخیر میں حرج نہیں، احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی سے رمضان المبارک میں افطار سے فراغت کی خاطر مغرب کی نماز کچھ تاخیر سے پڑھنے کے جائز ہونے کا حکم بھی معلوم ہوگیا۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۵/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۱ھ 20 /مئی/ 2010ء

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

[۱] (و) أخر (المغرب إلى اشتباک النجوم) أی کثرتها (کره) أی التأخير لا الفعل لأنه مأمور به (تحريما) إلا بعذر کسفر ، وکونه على أکل (الدر المختار، کتاب الصلاۃ)

قوله (إلى اشتباک النجوم) أی کثرتها قوله (وإلا من عذر الخ) فلا يکره التأخير حينئذ ليجمع بينها وبين العشاء فقط کما فی البناية والحلبی قوله (والتأخير قليلا لا يکره) أی تحريما بل يکره تنزيها وإلى إشتباک النجوم يکره تحريما (حاشية الطحطاوی علی المراقی ، کتاب الصلاۃ)

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مولانا محمد ناصر

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مؤرخہ ۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۴ء بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر صاحب کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے، ٹیپ سے نقل کرنے، اور ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے انجام دی ہے، اوراب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ان خدمات کوشرفِ قبولیت عطافر مائیں......ادارہ

سوال......: کیا کالر والی قمیض یا شرٹ پہننا درست ہے؟

جواب......: آج کل جو قمیضوں پر کالر چلے ہوئے ہیں، تو اس بارے میں یاد رکھنا چاہیے کہ مرد حضرات کو بغیر کالر اور بغیر کفوں کا کرتہ پہننا بہتر ہے، کیونکہ یہ اس وقت نیک لوگوں کا لباس ہے، اور نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے۔

اور کیونکہ اب کالر والا لباس مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہے، اور کافروں وفاسقوں کا مخصوص لباس نہیں رہا؛ کسی دَور میں یہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان امتیاز کی علامت سمجھا جاتا تھا، اس لیے اس وقت اس کا حکم سخت اور اس کا استعمال منع تھا، مگر اب یہ امتیاز کی علامت نہیں ہے، اب کالر عام استعمال ہو رہا ہے، اس لیے اب کالر والی قمیض پہننا جائز ہے، گناہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ کالر نہ لگوایا جائے بلکہ سادی پٹی ہو، جسے آج کل ''بین'' کہا جاتا ہے، یا پھر گنٹھی ہو، پٹی بالکل نہ ہو۔

بہر حال کسی دَور میں کالر والی قمیض پہننے میں زیادہ قباحت تھی، اور اس کو صلیب کی نشانی سمجھا جاتا تھا، اس لیے اس وقت تو کالر کے حکم میں بھی سختی تھی، لیکن اب کیونکہ کالر کا رواج عام مسلمانوں میں بھی ہو گیا ہے، اس لیے اب اس کے حکم میں اتنی سختی نہیں ہے۔

جہاں تک شرٹ کا تعلق ہے تو شرٹ اور پینٹ بنیادی طور پر کافروں کا ایجاد کردہ لباس ہے، اور اسلامی لباس نہیں ہے، اسلامی لباس کے جو اصول ہیں، وہ اس لباس میں نہیں پائے جاتے، مزید براں اس میں کئی

اصولوں کی خلاف ورزی بھی پائی جاتی ہے۔

ایک تو یہ کہ شرٹ چھوٹی ہوتی ہے، اور چھوٹا ہونے کی وجہ سے شرٹ میں بدن پوری طرح چھپتا نہیں، بلکہ کبھی جھکتے ہوئے، اور خصوصاً نماز وغیرہ میں شرٹ پیچھے کمر کی جانب سے اوپر اُٹھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے بدن ننگا ہوجاتا ہے، اور کبھی ستَر والا حصہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے، اور شرٹ پہننے میں دوسری بُرائی یہ ہے کہ یہ عموماً چُست ہوتی ہے، اور بدن کے ساتھ بالکل چپکی ہوتی ہے، اور پینٹ کا بھی یہی معاملہ ہے کہ وہ چُست ہوتی ہے، خاص طور پر جبکہ آج کل وہ پینٹ شرٹ زیادہ پسند کی جاتی ہے، جو انتہائی چُست ہو، تو اس طرح کی چُست پینٹ، شرٹ پہننے سے جسم کے ستَر والے اعضاء یعنی سُرین اور شرم گاہ اُبھرے ہوئے نظر آتے ہیں، اور شریعت جسم کے ساتھ چپکے ہوئے اور چُست لباس کو نیم ننگا قرار دیتی ہے، تو ایسا لباس پہننے والے لوگ لباس کے حکم پر پوری طرح عمل کرنے والے شمار نہیں ہوں گے۔

اس کے علاوہ اس لباس کو پہن کر تواضع اور عاجزی کے بجائے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوتی ہے، تیسرے اس لباس کے فاسقوں اور دین سے آزاد لوگوں کا لباس ہونے اور نیک صالح لوگوں کا لباس نہ ہونے میں شبہ نہیں۔

اس لئے عام حالات میں پینٹ شرٹ کے پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے، البتہ اگر مجبوری میں پہننا پڑ جائے تو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت پہننے میں حرج نہیں، بشرطیکہ ممکنہ حد تک ڈھیلا کرالیا جائے اور شرٹ بھی کچھ لمبی کر کے پینٹ کے اوپر کی جائے، نیز پائینچے ٹخنوں سے اوپر رکھے جائیں اور مقصود بھی کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور ان جیسا بننا نہ ہو، بلکہ ضرورت و مجبوری کی وجہ سے اختیار کرنا ہو۔

آسانی کے لیے یہ سمجھ لیں کہ تین طریقے سے لباس سے پردہ ہوتا ہے:

ایک یہ کہ لباس اتنا پتلا نہ ہو کہ اندر سے جسم جھلکے اور نظر آئے۔ دوسرا یہ کہ لباس اتنا چُست نہ ہو کہ جسم کی ڈیل ڈول نظر آ رہی ہو۔ تیسرا یہ کہ جتنا ستَر کا حصہ ہے، وہ لباس سے پوری طرح چھپا ہوا ہو، ایسا نہیں کہ مثلاً نیکر پہن لی، جس سے گھٹنے یا کوئی اور ستر کا حصہ نظر آ رہا ہو، بلکہ جتنا حصہ ستر میں چھپانا ضروری ہے، وہ سارا حصہ چھپا ہوا ہونا چاہیے، اور چست بھی نہ ہو، بلکہ ڈھیلا ہو، اور باریک بھی نہ ہو۔

یہ تین شرطیں پوری کرنے کے بعد انسان لباس کے حکم پر عمل کرنے والا اور ستر چھپانے والا شمار ہوگا، اور اسی کے ساتھ کسی کافر و فاسق کے ساتھ تشبہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔

(ملاحظہ ہو: اسلامی معاشرت کے فضائل وآداب، تصنیف: حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم، زیرِ طبع)

Idara Ghufran

عبرت کدہ ﴿إِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت لوط علیہ السلام (دسویں وآخری قسط)

قومِ لوط کے قصہ سے حاصل ہونے والی عبرتیں

حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے ایک مسلمان کو جو کچھ عبرتیں حاصل ہوتی ہیں (اور ہونی بھی چاہئیں) ان میں سے اہم اور قابلِ ذکر یہ امور ہیں۔

(۱)......لواطت واغلام ایسا خلافِ فطرت فعل، گھناؤنا جرم اور قبیح ترین گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس میں مبتلا لوگوں پر خود دنیا میں پکڑ اور عذاب آجاتا ہے، خصوصاً جبکہ اس کا کسی معاشرے میں شیوعِ عام ہو جائے اور یہ اجتماعی عادت بن جائے، اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں اس گناہ کی قباحت وشناخت جس حد تک بڑھی ہوئی اور جس انتہا تک پہنچی ہوئی ہے اس کا اندازہ اس میں مبتلا قوم پر بھیجے جانے والے عذاب کی نوعیت سے ہوتا ہے کہ اس عذات کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ اس میں مبتلا قوم کی جڑ و بنیاد کاٹ کر ان کو تہس نہس کر دیا گیا اور ان کا کوئی ایک فرد بشر بھی باقی نہ چھوڑا گیا، بلکہ وہ پورا طبقۂ ارض اور تختۂ زمین جس پر یہ قوم آباد تھی، اسے بھی باقی زمین سے کاٹ کر اکھاڑ مارا گیا، اور تہ و بالا کر کے ملیامیٹ کر دیا گیا کہ آبادی کا نشان تو کجا کھنڈرات کے آثار تک نظر نہ پڑیں کہ ان آثار کو دیکھ دیکھ کر اس ننگِ انسانیت اور گھٹیا فعل کا تصور تازہ ہو اور تخیل قائم ہو۔

(۲)...... برائی اور گناہ خواہ کتنا بھی پھیل جائے، یہاں تک کہ اس کے گناہ ہونے کا تصور بھی مٹ جائے اور کوئی معاشرہ، کوئی قوم، کوئی ملک، کوئی علاقہ اور نفس پرست انسانوں کی کوئی بڑی سے بڑی جماعت بھی اسے بجائے گناہ کے ایک آرٹ، ایک کلچر، ایک فیشن، ایک تمدنی عمل، ثقافت کا ایک اچھوتا نمونہ، روشن خیالی کا ایک شاہکار اور جدت پسندی کا ایک اپ ٹو ڈیٹ (Uptodate) ایڈیشن باور وشمار کرائیں، اور پورے دھڑلّے اور ڈھٹائی سے اس برائی کا اوپر سے نیچے تک رنگ جمائیں، لیکن جب اصلی فطرت میں، خدا کی شریعت میں، انبیاء کی تعلیمات میں اور عمومی اخلاقی اصولوں کی رو سے وہ جرم وگناہ اور برائی ہے، تو یہ مذکورہ ساری لیپا پوتی، اور منقش پردے اس کی اس اصل حیثیت کو بدل نہیں سکتے، وہ بہر حال جرم ہی ہے اور دیر سویر وہ اس معاشرے کو

ان انسانوں کو جو اس کو کلچر وفیشن بنا کر گلے سے لگا بیٹھے ہیں، خون کے آنسو رلائے گی۔ ۱ے

اس میں تمدنِ جدید کے علمبرداروں ، جدت پسندوں، روشن خیالوں، اور کلچر و ثقافت کے نام پر حرام کاریوں، بے حیائیوں، اوباشیوں وآوارہ منشیوں کے مرتکبین اور راگ ورنگ، رقص وسرود، اور غنا وشباب پر لٹو وفریفتہ ہونے والوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے کہ یہ قومِ لوط اور اس قماش کی دوسری مغربی قوموں کے پامال راستے ہیں، جو شیطان نے جدت وندرت کے نئے غلافوں میں لپیٹ کر ان کے گلے کا ہار بنا لئے ہیں، لیکن یاد رکھو اُن قوموں کو بھی نفس وشیطان نے ایسے ہی سنہرے سپنے دکھا کر ان راستوں پر ڈالا تھا اور انگلی سے پکڑ پکڑ کر طریقِ گمراہی پر چلایا اور پھر سرپٹ دوڑایا تھا، لیکن آخر میں منہ کے بل گرا کر بے آبرو کیا، اور نشان عبرت بنایا تھا۔ ۲ے

(۳)...... بارگاہ خداوندی میں نجات وکامیابی کے لئے ہر فرد بشر کے ذاتی ایمان اور ذاتی عمل کی شرط ہے، اگر کوئی فرد بشر، کوئی انسان ایمان سے محروم ہو اور بدعملیوں کا پتلا ہو، نیکی کے قریب نہ جاتا ہو تو وہ ناکام ونامراد، عذاب کا مستحق اور اللہ کی رحمت سے دور ہے، خواہ کسی مقرب بارگاہ سے رشتہ وناطہ اور نسبی یا سببی تعلق رکھتا ہو، حضرت لوط وحضرت نوح علیہما السلام کی کافر بیویاں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کافر والد آذر اس کی واضح مثالیں ہیں اور قرآن مجید نے مثالیں اس خدائی اصول کو آشکارا کرنے کے لئے پیش کی ہیں۔ ۳ے

ہاں ایمان پر اور بدعمل کو شعار نہ بنایا ہو، خدا طلبی کا جذبہ ہو، پھر شامتِ نفس سے گناہ ہو جاتے ہوں اور آدمی

۱ے قرآن مجید نے فطرت کا یہ اصول ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورة المائدة آیت ۱۰۰)

یعنی خبیث وگندی چیز یا عمل وفعل پاکیزہ وطیب چیز یا عمل کے برابر نہیں ہوسکتا اگرچہ اے مخاطب اس خبیث وگندے کام یا چیز کی کثرت، وسعت، پھیلاؤ اور شیوع عام تجھے کتنا ہی بھلا لگتا ہو اور تجھے متاثر کرتا ہو۔

۲ے فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (سورة یونس آیت ۱۰۲)

سو جیسے (برے) دن ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں اسی طرح کے (دنوں کے) یہ منتظر ہیں۔

۳ے چنانچہ ارشاد ہے:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ (سورة التحریم آیت ۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں اوران عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہوجاؤ۔

Idara Ghufran

اپنے آپ کو گناہ گار وخطا کار بھی سمجھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہو تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی شفاعت سے (جو کہ خود باذن رب ہو) معاف فرما دیں، خصوصاً جبکہ کسی مقرب بارگاہ سے ان کا رشتہ وتعلق ہو تو یہ کچھ بعید نہیں بلکہ عین ممکن اور نہ صرف ممکن (بلکہ جزوی واستثنائی طور پر ایک واقعہ کے) بلکہ حقیقت ہے جو بطور امر واقع یا بشارت کے ہی قران مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔ [۱]

(۴)...... نیک لوگوں کا، دیندار لوگوں کا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں کا کسی علاقہ میں ہونا اس علاقہ اور ان اہلِ علاقہ پر اللہ کی رحمت اور نافرمانوں سے عذاب کے ٹلنے یا مؤخر ہونے کا ذریعہ ہے، ایسے لوگوں کی قدر کرنا چاہئے، ان کو سر آنکھوں پر بٹھانا چاہئے، بعض دفعہ ہم دیکھتے ہیں کسی علاقہ میں، کسی قریب وبستی میں کسی شہر وقصبہ میں بڑی بڑی نافرمانیاں ہوتی ہیں، گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے، لیکن ڈھیل برابر ملتی رہتی ہے، پکڑ نہیں آتی، اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کے تحت اس ڈھیل کے جہاں اور اسباب ہوتے ہیں وہاں ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ اس جگہ کچھ اللہ والے بھی ہوتے ہیں۔ دین پر چلنے والے بھی ہوتے ہیں۔ رب سے ڈرنے والے بھی ہوتے ہیں جن کے وسیلے سے مجرمین کی رسی دراز ہوتی رہتی ہے ہاں اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے جب برائی، شر، نافرمانی، بغاوت وطغیان اور سرکشی ایک خاص حد سے (جو قدرت کے نظامِ تکوینی میں پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے) آگے بڑھ جائے تو پھر عام عذاب آجاتا ہے، اور اس میں نیک لوگ بھی ضائع ہو جائیں تو ان کے حق میں یہ سرخروئی اور شہادت کا باعث بن جاتا ہے آخرت میں اس پر بھی انہیں اجر ملے گا اور بروں کے حق میں یہ پکڑ اور گرفت ہوتی ہے۔ [۲]

﴿بقیہ صفحہ ۹۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[۱] چنانچہ قرآ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (سورۃ الطور آیت ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔

[۲] جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (انفال آیت ۲۵)

اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں۔ اور جان رکھو کہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

طب و صحت

حکیم محمد فیضان

مزیدار پھل خوبانی

خوبانی نہایت ہی مزیدار خوشبودار نرم ذائقہ والا پھل ہے، اور یہ صحت کے لئے بھی بہترین پھل ہے۔
یہ بہت قدیمی پھل ہے تاریخی لحاظ سے یہ پھل چار ہزار سال پہلے چائنا کی پہاڑیوں میں جنگلی طور پر خود پیدا ہوتا تھا کہتے ہیں کہ اس کی باقاعدہ کاشت بھی چائنا میں ہی پہلے شروع ہوئی، اس کا ذکر دو ہزار سال قبل کے چینی نوشتوں میں بھی ملتا ہے اور اب بھی پیکنگ (بیجنگ) کے مضافات میں یہ خودرو ہیں۔ چائنا سے تاجروں نے اس پھل کو ملک شام اور آرمینیا میں متعارف کرایا اس کے بعد پھر سکندر اعظم نے اس پھل کو جنوبی یورپ میں متعارف کرایا سولہویں صدی عیسوی میں شمالی یوروپ میں اس کی باقاعدہ کاشت شروع ہوئی۔ آج کل اس کی زیادہ تر کاشت کیلیفورنیا، شام، اسرائیل، ترکی، ایران، افغانستان، سپین وغیرہ میں کی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں خوبانی کی کاشت ہنزہ، کاغان، پشاور اور کشمیر کے علاقوں میں کی جاتی ہے۔ ترکی اس پھل کا تقریباً 85% خشک حالت میں مہیا کرتا ہے۔ خوبانی کی تقریباً بائیس اقسام پائی جاتی ہیں اور ہمارے یہاں دو قسم کی خوبانیاں ملتی ہیں، ایک کا رنگ ہلکا پیلا اور دوسری قسم کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ پاکستان میں تازہ خوبانی مئی سے اگست تک بازاروں میں ملتی ہے۔ خوبانی کو خشک کر کے بھی محفوظ کیا جاتا ہے اور تازہ خوبانی کو چینی کے شربت میں محفوظ کر کے بطور مربہ ڈبوں میں بند کر دیا جاتا ہے، یہ کافی عرصہ تک خراب نہیں ہوتی اور ہر موسم میں بازاروں میں مل جاتی ہے۔
خوبانی ایک ایسا پھل ہے جو 90-95 فیصد تک کھایا جاتا ہے، باقی 5-10 فیصد مغز خوبانی کے اوپر والا سخت چھلکا ہوتا ہے۔ سائز کے لحاظ سے پیلی خوبانیاں چھوٹی اور سفید خوبانی بڑی ہوتی ہیں۔
خوبانی کا مزہ شیریں ہوتا ہے۔ خوبانی میں حیاتین الف، حیاتین ج، شکر، قدرے لحمیات، برائے نام چکنائی، اور کم حرارے وفولاد پائے جاتے ہیں۔

نام

خوبانی کو عربی زبان میں مشمش۔ فارسی میں زرد آلو۔ سندھی میں زرد آلو۔ پہاڑی زبان میں ہاڑی اور

انگریزی زبان میں اپریکاٹ (APRICOT) فرانسیسی میں ABRICOT کہتے ہیں۔

مزاج

اطباء کے نزدیک خوبانی کا مزاج سرد تر بدرجہ دوم ہے۔اور مغز خوبانی کا مزاج گرم تر ہے۔

خوبانی کے خواص

خوبانی کے استعمال سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں، یہ اعضا کو قوت بخشتی ہے،اس کی گری بواسیر کے مرض میں نفع دیتی ہے،صفراوی وخونی بخاروں میں مفید ہے،سدہ کو کھولتی ہے،طبیعت اور سختیوں کو نرم کرتی ہے،قبض کو دور کرتی ہے اور صفرا کو بصورتِ دست نکالتی ہے، مادہ کو معتدل القوام کرتی ہے۔ پیاس اور جوشِ خون کو تسکین دیتی ہے۔

مضرت:......نفاخ ہے۔ **مصلح:**......شکر مصتگی اورانیسون۔ **بدل:**......شفتالو۔

مقدارخوراک:...... پانچ عدد سے دس عدد۔

خوبانی کے فوائد

خوبانی مسکن ہے،اس میں خون کے جوش کو تسکین دینے کی قدرتی خوبی پائی جاتی ہے۔خونی اور بادی بواسیر کے مرض میں اس کا استعمال مفید ہے، یہ مسوں کی جلن اور معدے کی جلن کو دور کرتی ہے،اس کے استعمال سے قبض نہیں ہوتی۔خوبانی کے درخت کے پتے پیٹ کے کیڑوں کو مارنے کی خاصیت رکھتے ہیں۔بچوں کو خوبانی کے چاردانے کھلانے سے بھی پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ایسے لوگ جن کا بلڈ پریشر کم رہتا ہو یا حرکت قلب سست ہوان لوگوں کو خوبانی کا استعمال ضرور کرنا چاہئے کیونکہ اس کا استعمال ان کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔جو لوگ خوبانی کا استعمال کرتے ہیں ان کے جسم میں چستی و توانائی کا احساس رہتا ہے۔خوبانی جگر اور بدن کے تمام غدودوں کو حرکت دیتی ہے۔ان کی سستی دور کرتی ہے۔جس سے سوداوی بیماریاں دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ خون کی خرابیوں کو دور کرتی ہے۔اچھے موسم میں اعتدال کے ساتھ استعمال کرنے سے جسم کے تمام اعضاء کو قوت بخشتی ہے۔اس کی میٹھی گٹھلی کی آٹھ دس گری کھالینا مفید ہے،اس سے زیادہ نہیں کھانی چاہئے۔

خفقان قلب اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض اس کو استعمال نہ کریں،خوبانی کھٹی نہیں کھانی چاہئے ورنہ اپھارے کی شکایت ہوسکتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۲۹/ جمادی الاولیٰ و ۶/ جمادی الاخریٰ متعلقہ مساجد میں جمعہ کے وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□......۱۰/ جمادی الاولیٰ اتوار ادارہ میں قرآنی شعبہ جات کے تمام درجات میں ششماہی امتحانات منعقد ہوئے

□......۱۰/ ۱۷/ ۲۴/ جمادی الاولیٰ و یکم/ جمادی الاخریٰ اتوار بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی

□......۱۵/ جمادی الاولیٰ جمعہ بعد عشاء مولوی عبدالوہاب صاحب (معین مدرس شعبہ کتب) کے نکاح کی تقریب ہوئی، اور ۲۲/ جمادی الاولیٰ بعد جمعہ اس سلسلہ میں ان کے گھر ضیافت ہوئی، جس میں حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اور چند دیگر احبابِ ادارہ شریک ہوئے۔

□...... ۱۶ جمادی الاولیٰ، ہفتہ بعد عصر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم، اسلام آباد کے تبلیغی اجتماع میں شریک ہوئے، مفتی محمد یونس ومولانا عبدالسلام صاحبان اور بندہ امجد بھی حضرت مدیر صاحب کے ہمراہ تھے۔

□......۲۱/ جمادی الاولیٰ، جمعرات، قاری حبیب اللہ صاحب (معلم شعبہ حفظ) حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت کے لئے کندیاں شریف (میانوالی) تشریف لے گئے۔

□......۲۴/ جمادی الاولیٰ اتوار، بعد مغرب یومِ والدین کا سہ ماہی جلسہ ہوا، امتحانات کے نتائج سنائے گئے، حضرت مفتی عبداللہ صاحب دامت برکاتہم (خطیب، کوثر مسجد، امر پورہ، راولپنڈی) اور بندہ امجد کے بیانات ہوئے۔

□......یکم/ جمادی الاخریٰ، اتوار قاری اشرف صاحب (ابن حضرت مولانا حامد حسین صاحب رحمہ اللہ، تھانہ بھون) اور قاری عبدالجبار صاحب (مدرسہ اشرفیہ، دہلی) ادارہ میں تشریف لائے۔

”وہ دوکان اپنی بڑھا گئے“ (محمد امجد حسین بیخود)

(حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی جدائی پر، آپ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ کو رحلت فرما گئے)

طریقت کے سب نشان بتا گئے		خموشی کی ہر زبان سنا گئے
ذرا دَم لیا، رکے، اٹھے، چلے		حقیقت بتا کے سوئے جناں گئے
جدائی کا صدمہ ہے ہمیں بہت		خواجہ جویوں رواں دواں گئے
یہ امجد ذرا ادب سے عاری ہے		بزرگوں پہ آنسو بہا گئے

”وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے“

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21 اپریل 2010ء بمطابق ۶ جمادی الاولیٰ 1431ھ: پاکستان: پنجاب میں بجلی غائب ہونے کے باوجود مہنگی، عوام سراپا حتجاج **22 اپریل**: پاکستان: لوڈ شیڈنگ کا جن بے قابو، ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے، جلاؤ گھیراؤ **23 اپریل**: پاکستان: بازار 8 بجے بند، 2 سرکاری تعطیلات، واپڈا کو کراچی سے ملنے والی بجلی نصف، غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ ختم، اعلانیہ میں 33 فیصد کمی، ایوان صدر، وزیر اعظم ہاؤس سمیت سرکاری دفاتر میں 11 بجے سے پہلے اے سی چلانے پر پابندی، اسٹریٹ لائٹ آدھی رات جلانے، بل بورڈز کو فراہمی بند، کمرشل لائٹس پر پابندی، 116 روپے کا زیر گردش قرضہ ادا کرنے کا فیصلہ **24 اپریل**: پاکستان: بجلی بچت، حکومتی فیصلوں پر عمل در آمد شروع، 2 تعطیلات کا نوٹیفیکیشن جاری **25 اپریل**: پاکستان: بچت پروگرام سرکاری دفاتر کی حد تک کامیاب، بازار بند نہ ہوسکے **26 اپریل**: پاکستان: گندم کی خریداری میں حکومت کی عدم دلچسپی، کاشتکار پریشان، گزشتہ سال ریکارڈ خریداری کی وجہ سے کسانوں نے امسال زیادہ گندم کاشت کی، حکومتی اعداد و شمار کے مطابق ملک میں 15 لاکھ ٹن گندم موجود ہے، ذرائع **27 اپریل**: پاکستان: لندن میں مشرف کا پروٹوکول ختم، بلٹ پروف گاڑی اور سیکورٹی واپس لینے کا حکم ● مکہ مکرمہ میں ایئر پورٹ تعمیر کرنیکی منظوری، غیر مسلم استعمال کر سکیں گے **28 اپریل**: پاکستان: ایل این جی ٹھیکہ، سپریم کورٹ نے سابقہ تمام معاہدے منسوخ کر نیکا حکم دیدیا **29 اپریل**: پاکستان: 54 بیورو کریٹس کی ترقی کالعدم **30 اپریل**: پاکستان: جولائی سے ویلیو ایڈڈ ٹیکس نافذ کرنے کی تیاریاں مکمل **1 مئی**: پاکستان: پیٹرول 1.49، ڈیزل 3.41، مٹ کا تیل 4 روپے مہنگا **2 مئی**: پاکستان: نئی لیبر پالیسی منظور، کم از کم 7 ہزار روپے مقرر **3 مئی**: پاکستان: عالمی طاقتیں کالا باغ ڈیم نہیں بننے دیتیں، وزیر دفاع **4 مئی**: پاکستان: اتحادی افواج کی پاکستانی حدود میں گولہ باری، 5 افراد زخمی **5 مئی**: پاکستان: نیو یارک سازش، پاکستانی نژاد شہری گرفتار، پاکستان میں متعدد زیر حراست **6 مئی**: پاکستان: امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت خواجہ خان محمد انتقال فرماگئے **7 مئی**: انڈیا: اجمل قصاب کو 4 جرائم میں موت اور 5 میں عمر قید سزا **8 مئی**: پاکستان: مانسہرہ: پولیس چوکی پر حملہ، 4 اہلکار جاں بحق، کالا ڈھاکہ میں آپریشن کا اعلان **9 مئی**: پاکستان: وزیر اعظم گیلانی کی عطاء اللہ مینگل سے ملاقات، بلوچ سرداروں کے نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ سے خارج کرنے کا اعلان ● جوہری ہتھیار لے جانیوالے دو بیلسٹک میزائلوں کے کامیاب تجربات **10 مئی**: پاکستان: وزیر اعلیٰ کا سندر انڈسٹریل کے خالی پلاٹوں کی رجسٹریشن منسوخ کرنے کا حکم **11 مئی**: پاکستان: قومی اسمبلی میں اسلام آباد ہائیکورٹ کے قیام کا بل منظور، ججوں کا تقرر جوڈیشل کونسل کرے گی، وزیر اعظم گیلانی

12 مئی :پاکستان: کرنل امام کی رہائی کیلئے جرگہ ناکام ،اغواء کاروں کے نئے مطالبات مختلف جیلوں میں قید 160 افراد کی رہائی کا مطالبہ ﷺ **13 مئی** :پاکستان: لیبیا میں مسافر طیارہ گر کر تباہ ،105 ہلاک ﷺ **14 مئی** :پاکستان: ایوان بالا میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے قیام کا بل اتفاق رائے سے منظور ﷺ **15 مئی** :پاکستان: این آر او عملدرآمد کیس ،وزیر قانون 25 مئی کو سپریم کورٹ طلب ﷺ **16 مئی** :پاکستان: ضمنی انتخابات ،قومی اسمبلی کی 2 نشستیں پی پی نے جیت لیں ،2 صوبائی نشستوں پر ن لیگ اور آزاد امیدوار کامیاب ﷺ **17 مئی** :پاکستان: ہنزہ جھیل اسپل وے کی مکمل صورتحال سے نمٹنے کیلئے انتظامات کرلئے گئے ﷺ **18 مئی** :پاکستان: صدر نے عبدالرحمن ملک کی سزا معاف کردی ﷺ **19 مئی** :پاکستان: ڈیرہ اسماعیل خان: بم دھماکے میں پولیس افسر سمیت 14 افراد جاں بحق 14 زخمی ﷺ **20 مئی** :پاکستان: کراچی ٹارگٹ کلنگ میں اچانک شدت 21 جان بحق ﷺ پاکستان: حکومت نے فیس بک کو غیر معینہ مدت کے لئے بند کردیا، مانیٹرنگ کے لئے کرائسز سیل قائم۔

جانوروں کے حقوق واحکام (زیرِ طبع)

جانوروں کے ساتھ برتاؤ کرنے اوران کوکھلانے پلانے،خدمت کرنے اوران کو پالنے اور رکھنے اوران کو قتل اور ذبح اور شکار کرنے کے فطرت کے مطابق احکام وآداب اور جانوروں کے حقوق کی تفصیل ،اورحلال وحرام اور پاک وناپاک جانوروں کے احکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۳ ''حضرت لوط علیہ السلام''﴾

ان اصولوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغی جماعت، دینی مدارس، خانقاہیں، اللہ سے ڈرنے اوراللہ کے حکموں پر چلنے والے لوگ اہل پاکستان کے حق میں بڑی نعمت ہیں ان کی وجہ سے ملک واہل ملک سے عذاب ٹلتا رہتا ہے ورنہ ہمارے تھانے کچہریوں میں ، ایوانوں میں ، بازاروں میں ، پٹوار خانوں میں، نائٹ کلبوں میں، ہوٹلوں میں ،منڈیوں میں ،سرکاری دفتروں میں ، بہت سے ہسپتالوں، کلینکوں خصوصاً پرائیوٹ سپیشلسٹوں کے اڈوں میں، بہت سے وکیلوں کے چیمبروں میں جس طرح ظلم وزیادتی ، ناانصافی، دھوکہ فراڈ، بے ایمانی، لوٹ مار، جھوٹ فریب، لوٹنے اور مال کمانے کے مختلف مصنوعی دھندے ہوتے ہیں اور کرپشن و بدعنوانی اور رشوت ستانی ہوتی ہے نافرمانیوں اور گناہوں کے ایسے عمومی کلچر کے بعد تو گذشتہ قوموں پر عذاب آجایا کرتا تھا اور دیکھا جائے تو عذاب تو ایک درجے میں آیا ہوا ہے۔